کشتِ غم

(مرثیہ، نوحہ، سلام، منقبت، حمد، نعت)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کشتِ غم

(مرثیہ، نوحہ، سلام، منقبت، حمد، نعت)

پروینؔ حیدر

رنگِ ادب پبلی کیشنز

نگرانِ اشاعت

شاعر علی شاعر

0345-2610434

کتاب	:	کشتِ غم (مرثیہ، نوحہ، سلام، منقبت، حمد، نعت)
شاعرہ	:	پروین حیدر 0300-2672848
اشاعت	:	جنوری 2017ء
تزئین کار	:	شیرازی شاعر 0300-2054154
ناشر	:	رنگِ ادب پبلی کیشنز، کراچی 0336-2085325 021-32761100 rangeadab@yahoo.com www.facebook.com/rangeadab
پرنٹرز	:	مقصود پریس، کراچی
تعداد	:	500
صفحات	:	208
ہدیہ	:	400 روپے

انتساب:

چہاردہ معصومین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے تصدق سے
والد گرامی
مرحوم علی رضا رضوی انجمؔ
کے نام
جو خود ایک مستند شاعر تھے
اور رثائی شاعری پہ
ان کی توجہ زیادہ تھی

ملاقات

نام	:	پروین حیدر
تخلص	:	پروین
والد کا نام	:	سید علی رضا رضوی انجم
تاریخ پیدائش	:	۲۲ مئی
مقام پیدائش	:	خیرپور میرس، سندھ
بیٹے	:	ریحان، سلمان
دختران	:	لیبا مسعود، ہانی مسعود
موبائل	:	0300-2672848

پتہ حال

D-9،..... کہکشاں ہومز،

نزد گلزار ہجری پولیس اسٹیشن، میٹرول تھرڈ،

اسکیم 33، کراچی

فہرست

ایوانِ سلام

ایوانِ منقبت

ایوانِ نعت

◆◆◆

رثائی شاعری میں پروین حیدر کا تشخص

سرور جاوید

اُردو زبان و ادب میں عقیدہ و اعتقادات پر مبنی اور اس سے متصل شاعری دیگر زبانوں کی طرح ایک محکم روایت کی حامل ہے۔ حمد، نعت اور منقبت عمومی طور پر اور سلام، نوحہ اور مرثیہ خصوصی نوعیت میں اپنے اپنے رنگ اور اظہار کی موثر صورتوں میں ابتدا سے نمو پذیر ہیں۔ حمد و نعت اور منقبت، خدائے بزرگ و برتر اور خاتم النبیین کی توصیف و ثنا اور آئمہ کرام کی توصیف و تعریف کے ذریعے اہل دل کی فکری اور قلبی تسکین کا سامان ہوتا ہے جب کہ دوسری جانب سلام، نوحہ اور مرثیہ اظہار رنج و غم و اندوہ کے ذریعے تزکیہ نفس کا ذریعہ بنتے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ سلام، نوحہ اور مرثیہ جو اُردو کی رثائی شاعری کا حصہ ہیں ایک علیحدہ نوعیت کی تخلیقی صلاحیت کے متقاضی ہیں۔

اُردو شاعری میں یہ تمام اصنافِ سخن ایک وقیع سرمائے کی صورت میں ہمیشہ سے موجود رہی ہیں اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس سرمائے میں زوال کی کیفیت کبھی محسوس نہیں کی گئی۔ میر و سودا کے زمانے سے آج تک ان اصناف سخن میں تخلیق کا سلسلہ جاری ہے اور شعراء کی کثیر تعداد اس تخلیقی عمل سے ہمیشہ وابستہ رہی ہے اور یوں بھی ہے کہ ان اصناف سخن میں شعری اظہار کی خوب صورتی اور معیار کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں ہے کہ اس شاعری میں انسانی جذبات و احساسات اور زندگی کی تفسیر و ترجمانی کے وہ تمام پہلو نکلتے ہیں جو اچھی شاعری کا خاصہ ہیں۔

مگر یوں بھی ہے کہ حمد، نعت اور منقبت اور دوسری جانب سلام و نوحہ و مرثیہ کے پیرائے ہم علیحدہ ہیں اور ان اصناف سخن میں معیاری اور موثر شاعری کی تخلیق کے در ہر شاعر پر کھلتے ہیں لیکن کم شاعر ایسے ہیں جو جمالیاتی اظہار کی منزل تک پہنچ پاتے ہیں۔

یہاں سے مجھے پروین حیدر کا ذکر شروع کرنا ہے جنھوں نے عقیدہ وعقیدت سے مملو شاعری کے دونوں پیراڈائم میں اپنی شناخت قائم رکھی ہے۔ حمد، نعت اور منقبت میں بھی ان کا اظہار شعری معیار پر پورا اترتا ہے جب کہ سلام و نوحہ و مرثیہ میں ان کے قلم کی روانی اپنی مثال آپ ہے۔ دوسری جانب اس اقلیم میں پروین حیدر کی شاعری کا بڑا حوالہ مرثیہ ہے۔ اس حوالے کی تفصیل سے قبل یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ مذہبی شاعری کی تمام اصناف دیگر زبانوں میں بھی کسی نہ کسی صورت میں اپنا وجود رکھتی ہیں اور اُردو شاعری میں یہ اصناف سخن فارسی سے آئی ہیں لیکن مرثیہ کی صنف خالصتاً اُردو شاعری کا اپنا معجزہ ہے۔ دیگر زبانوں میں مرثیہ صرف کسی واقعے یا شخصیت کے حوالے سے غم واندوہ کے اظہار پر مشتمل ہوتا ہے لیکن اُردو شاعری میں میر انیس اور مرزا دبیر نے بالخصوص اور اس سے قبل انیس کے بزرگوں نے اس صنف کو واقعات کربلا سے متصل غم و اندوہ اور رنج و کرب کے بیان سے مخصوص کر دیا تھا۔ ان کے بعد سے مرثیہ کی صنف میں تخلیق شعری اسی روایت کے ساتھ جاری وساری ہے۔

دوسری جانب حمد ونعت اور منقبت میں خدا کی صفات و احکامات اور حضور پرنور کے ارشادات وہدایات اور آئمہ کی حیات طیبہ اوران کے افکار وارشادات کے ذکر اوران سے وابستہ جذبات واحساسات اور انفرادی اوراجتماعی آرزوؤں پرمبنی شاعری کے اپنے دلکش رنگ ہیں۔

تاہم اُردو کی مذہبی شاعری کی روایت میں سب سے محکم اور موثر رنگ جو برصغیر میں اُردو زبان کے ادب کا اختصاص ہے اُسے ہم رثائی ادب کہتے ہیں۔ سلام اور نوحہ اور مرثیہ کی اصناف ایک طرف ہمارے قلب مضطر اور روح کے تزکیہ اور تسکین کا ذریعہ ہیں اور دوسری جانب اُردو ادب میں ایک وسعت کا اشاریہ بھی ہیں۔ ان رثائی اصناف سخن میں مرثیہ اپنی مثال آپ ہے کہ اُردو شاعری میں اس کی ہیئت اور صنفی نوعیت اپنی مخصوص صورت رکھتی ہے۔ دیگر زبانوں میں مرثیہ غم واندوہ کے اس اظہار پر مشتمل ہوتا ہے جو کسی محبوب شخصیت کے دنیا سے رخصت ہو جانے یا کسی اندوہناک واقعہ سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر اُردو شاعری میں مرثیہ صرف اس غم واندوہ کا اظہار یہ ہے جو واقعہ کربلا کی یاد اوراس کے بیان پر مشتمل ہو۔ اوراس میں سننے اور پڑھنے والے پر گریہ اور رقت طاری کرنے کی صفت موجود ہو۔

مرثیہ میں پروین حیدر کا اختصاص و امتیاز یوں بھی ہے کہ ان کا مرثیہ "تہذیب قلم" جدید مرثیہ میں اگر اضافہ نہیں تو ایک قابل قدر تخلیق ضرور ہے۔ مگر پروین حیدر کا اصل اختصاص اس حقیقت سے وابستہ ہے کہ وہ تاریخی اعتبار سے خواتین شعراء میں اس عہد تک تیسری یا چوتھی مرثیہ نگار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ پہلی مرثیہ نگار ہونے کا شرف ایک غیر مسلم شاعرہ روپ کماری کو حاصل ہے جو تقسیم برصغیر سے قبل انتقال کر گئی تھیں۔ دوسری مرثیہ نگار تطہیر فاطمہ تھیں جن کو معروف و مقتدر نوحہ و مرثیہ نگار نجم آفندی سے خاندانی نسبت اور ان کی شفقت حاصل تھی۔ جمیل مظہری کے خاندان کی ایک مرثیہ نگار خاتون کا نام بھی اس فہرست کا حصہ ہے۔

مرثیہ دراصل اپنے موضوع سے زیادہ اپنی ہیئت اور طوالت اظہار کے سبب بڑی شعری صلاحیت اور ریاضت تخلیق چاہتا ہے۔ جدید مرثیہ میں منزل اور کٹھن ہو جاتی ہے کیوں کہ جدید مرثیہ میں جس کے بانیوں میں پہلے جوش ملیح آبادی اور پھر جمیل مظہری کا نام آتا ہے مرثیہ عنوان کے تحت تخلیق کی منزلیں طے کرتا ہے۔ اگرچہ مقصد و منتہا وہی ہے یعنی واقعات کربلا کا رثائی بیان یعنی اس طرح کا بیان کہ جو سننے والے پر رقت طاری کر دے۔

پروین حیدر نے جدید مرثیے کی راہ اپنائی ہے جہاں موضوع مرثیہ عنوان کی صورت میں موجود ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بہ طور مرثیہ نگار نہ صرف مرثیہ جیسی مشکل صنف سخن میں اظہار کی اہل ہیں بلکہ موضوع کا ادراک و احاطہ فکر و اظہار بھی ان کی دسترس میں ہے۔ مرثیہ نگاری میں ان ہی مشکلات کے سبب مرثیہ لکھنے والوں کی تعداد ہمیشہ کم رہی ہے۔ جدید مرثیہ میں بھی شعراء کے نام انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ جوش اور جمیل مظہری کے بعد قابل ذکر شعراء میں آل رضا، صبا اکبر آبادی، یاور عباس (ڈاکٹر)، نسیم امروہوی، اثر جلیلی شاہد نقوی، امید فاضلی، سردار نقوی، اقبال حسین کاظمی، خمار فاروقی، ہلال نقوی اور سحر انصاری کے نام آتے ہیں۔ جب کہ قدیم و جدید مرثیہ میں پنجاب میں وحید الحسن ہاشمی، قیصر بارہوی اور محسن نقوی اور سیف زلفی کے نام قابل ذکر ہیں۔ میں نے بھی دو مرثیے اب تک تصنیف کیے ہیں۔ نئی نسل کے نسبتاً جوان مرثیہ نگاروں میں احمد نوید، قمر حسین، ریحان اعظمی، عارف امام شامل ہیں، آصف رضا، نیر اسعدی، قمر زیدی خاصے عرصے سے قابل ذکر مرثیہ نگار ہیں۔ مگر پروین حیدر کا اختصاص یہ ہے کہ وہ اس عہد میں

واحد خاتون مرثیہ نگار ہیں۔

پروین حیدر کے شعری اظہار میں محض موضوع کا ادراک یا قدرتِ اظہار ہی قابلِ توجہ نہیں بلکہ اصل بات ان کے اظہار کی خوب صورتی ہے۔ دراصل منظوم اظہار اسی وقت شاعری بنتا ہے جب وہ تاثر انگیز ہو۔ شاعری وہ اظہار ہے جو جمالیاتی قدر رکھتا ہے اور یہ شرط ہر صنفِ سخن پر عائد ہوتی ہے لیکن اس کی پاس داری مرثیہ میں اس کی طوالت اور مسدس کی صنف کو پیرایۂ اظہار بنانے کے سبب سے زیادہ مشکل ہوتی ہے۔ نعت، حمد، منقبت میں بھی شاعری اس لیے مشکل ہے کہ وہاں موضوع کی حدود متعین اور محدود ہیں۔ رثائی اصناف یعنی سلام اور نوحہ میں یہ مشکل اور زیادہ ہے کہ اس میں اظہار کی جمالیات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ کلام میں غم کی آبیاری اور گریہ پیدا کرنے کی صلاحیت موجود ہو۔ پروین حیدر کے کلام میں حمد و نعت و منقبت اور سلام، نوحہ و مرثیہ سب میں مطلوبہ صفات موجود ہیں۔

یوں محترمہ پروین حیدر کی یہ شاعری اپنے معیارِ سخن اور اظہار کے تمام معیارات کے تناظر میں قابلِ تعریف نظر آتی ہے۔ بلکہ رثائی شاعری میں وہ خصوصاً بہ طور خاتون شاعر زیادہ تحسین کی مستحق ہیں۔ پروین حیدر کی پہلی پہچان غزل تھی جس کے مثبت اثرات ان کی مذہبی عقیدت کی شاعری میں بھی نظر آتے ہیں۔ غزل کے مصرعوں کی طرح داری تمام اصناف میں اثر دکھاتی ہے اور خصوصاً مرثیہ میں مصرعوں میں روانی اور پرکاری کے علاوہ ہر بند کی بیت غزل کے شعر کی طرح ایک نشتر کی سی کیفیت کی حامل نظر آتی ہے۔

پروین حیدر کی کتاب میں ان کا دوسرا مرثیہ بہ وجوہ نہیں ہو سکا اور سلام و نوحہ کی وہ خاصی تعداد بھی شامل نہ ہو پائی جو شہر کے صاحبان بیاض نوحہ خوانوں کی بیاضوں میں موجود ہے۔ اس امر کی تفصیل کا تعلق پروین حیدر کے طرزِ حیات سے یوں ہے کہ کوئی بھی نوحہ خواں یا منقبت و سلام لحن سے پڑھنے والا سوالی بن کر ان کے گھر پہنچ جائے تو وہ اسے سلام و نوحہ یا منقبت مرحمت کرنے میں گریز نہیں کرتیں اور اکثر اس کلام کی نقل بھی ان کے پاس نہیں ہوتی یہ رویہ آلِ رسول سے پروین کی گہری عقیدت کا قصہ ہے اس لیے بہت سے سلام، نوحے اور منقبتیں، اس کتاب کا حصہ نہیں بن سکے۔ لیکن اس سے اس کتاب کی اہمیت میں کوئی کمی نہیں آتی اور ضخامت بھی قابلِ قدر رہی ہے۔

آخر میں یہ کہنا ہے کہ پروین حیدر کی غزل اور نظم کی طرح ان کے کلام کا یہ سرمایہ بھی حسن اظہار رکھتا ہے۔ جہاں مدح و ثنا ہے پوری جمالیات کے ساتھ ہے اور جہاں رثائی اصناف میں اظہارِ سخن ہے وہاں بھی جمالیات کے وہ تقاضے پورے ہوتے نظر آتے ہیں جو رثائی اظہار کا تقاضا ہیں۔ خدا انھیں مزید توفیقات سے نوازے۔

مگر بات اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک میں ان کے کچھ منتخب اشعار آپ کی خدمت میں پیش نہ کردوں۔ حمد، نعت، منقبت، سلام، نوحہ اور مرثیہ تمام اصناف سے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں اور گواہ رہیں کہ میں نے جو کچھ اوپر لکھا ہے بلا جواز نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

وہ ایک اُمّی کہ جس پر کتاب اُتری ہے
اسی کی مدح ہیں قرآں کی آیتوں کے گلاب
اسی کے نطق نے عالم کو سرنگوں رکھا
کہ جس کے لہجے میں مہکے بلاغتوں کے گلاب
یہ بارگاہِ رسالت مآبؐ ہے پروین
قدم قدم پہ مہکتے ہیں رحمتوں کے گلاب

☆

نیّرِ بُرجِ ہدایت ، آفتاب، مُرسلاں
آپ کا نقشِ قدم ہے کہکشاں کا راستہ
آپؐ آئے تو ہوئی انسانیت منزل شناس
کارواں تکتا تھا میر کارواں کا راستہ
روز آتے ہیں ملائک صف بہ صف افلاک سے
ہے مدینہ سجدہ گاہِ قدسیاں کا راستہ

☆

میرے کشکولِ سخن میں ہے درِ علم کی خاک
ذرّے ذرّے میں ہیں پروین، خزانے کتنے

☆

علیؑ کے نام سے سب کو ملا ہے خیر کثیر
ہیں ایک عمر سے سب اس کی انجمن کے اسیر
اسی کا ذکر ہے کیفیتِ حیات کا نام
اسی کی نہج بلاغت ہے علم کی تفسیر
اسی نے ہم کو بتایا کہ کارِ دنیا میں
جو پُر خلوص ہے اس کے لیے ہے دار و گیر
اسی کی فکر سے روشن تھا دیں نبیؐ کے بعد
وہی رہا تھا تمام عمر کارِ حق کا مشیر
ہے اس کے حقِ خلافت کی بحث ہی بے کار
کہاں سقیفہ، کہاں علم و فکر کی جاگیر
عجیب شخص تھا نانِ جویں سے خیبر تک
عجیب طرح سے کرتا تھا معرکے تسخیر

☆

ایک لمحے میں الٹ جاتی بساطِ کربلا
اذن گر عباسؑ کو ملتا لڑائی کے لیے
خوں کے قلزم سے گزر کے آئی ہیں بنتِ علیؑ
شام کے دربار میں شعلہ نوائی کے لیے

☆

پائے باطل کے لیے آہنی زنجیر حسینؑ
قلبِ مومن کے لیے قوتِ تسخیر حسینؑ
بزمِ کونین میں ہیں نور کی تنویر حسینؑ
دیں کی بنیاد علیؑ دین کی تعمیر حسینؑ
عہدِ طفلی کو سرِ دشت سر انجام کیا
حشر تک دینِ محمدؐ رہے وہ کام کیا

☆

پیکرِ صبر و رضا ضبط کے پیغمبر ہیں
جن کی رفتار کی ہیبت ہے یہ وہ رہبر ہیں
تذکرے آج بھی ان کے لب ایماں پہ ہیں
گرچہ تنہا ہیں مگر فرد نہیں لشکر ہیں
فکر و تہذیب کی تاریخ کا حصہ ہیں حسینؑ
ہر صدی جس کو سنائے گی وہ قصہ ہیں حسینؑ

☆

کربلا سے گئی زینب کی صدا شام تلک
نوحہ خطبوں میں ڈھلا دین کے پیغام تلک
کربلا جاری رہی شام کے آلام تلک
اس صدا کا تھا سفر ظلم کے انجام تلک
وقفِ تاریخ جو یہ ذکر شہادت کا ہے
یہ اثر ثانیِ زہرہ کی خطابت کا ہے

☆

پہنا جب ملبوسِ آہن عابدِ بیمار نے
طوق نے نوحہ پڑھا ماتم کیا زنجیر نے
دامنِ احساس پہ اپنی زبانِ خشک سے
اک نئی تاریخ لکھ دی اصغرِ بے شیر نے

خدا پروین حیدر کو خوش رکھے اور در مصطفےٰ اور اہلِ بیت سے جو توفیقات شاعری انھیں میسر ہیں ان میں اضافہ فرمائے۔

◆◆◆

مرثیے کی ہمہ گیریت

ڈاکٹر ہلال نقوی
وزیٹنگ فیکلٹی،
پاکستان اسٹڈی سینٹر، کراچی یونی ورسٹی

ہماری مذہبی شاعری کے وافر سرمائے میں مرثیہ ہی ایک وسیع الخیال اور وسیع الافکار صنفِ سخن ہے جس کا کشادہ دامن موضوعات کی تہہ داری سے ہمیشہ بھرا رہا ہے۔ حمد، نعت، منقبت اور سلام کی عظمت و حرمت اور قدآوری و بزرگی سے کسے انکار ہوگا لیکن ان اصناف میں عمرانی، تہذیبی، سیاسی وسماجی زاویہ ہائے خیال کو اس طرح سمیٹ لینا کہ شعری وفکری پیرائے میں روح، عصر روشن ہونے لگے بہت مشکل مرحلہ ہے۔ مرثیے میں اس کی گنجائش اس لیے بہت زیادہ ہے کہ ایک تو یہ طویل نظم کی شناخت رکھتا ہے جس میں مباحث و مکالمے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں دوسرے مسدس کا تسلسل اس کی حدوں کو وسیع تر کردیتا ہے۔ انیس نے جو یہ بات کہی تھی کہ:

اک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں

اس کی تصویر کشی اور نیرنگیاں سب سے زیادہ مرثیے ہی میں نظر آئیں گی۔ مرثیے کے موضوع میں موضوعات کا جو داخلی و خارجی تسلسل اور تنوع ہے وہ حیرت زدہ کردیتا ہے۔ آپ سیکڑوں عنوانات کو ایک طرف کردیجیے اور صرف ''قلم'' ہی کا موضوع لے لیجیے جدید مرثیہ نگاروں میں جوش ملیح آبادی، نسیم امروہوی، مصطفےٰ زیدی، ڈاکٹر یاور عباس، امید فاضلی، صبا اکبر آبادی، قیصر بارہوی اور وحیدالحسن ہاشمی سے لے کر ہمارے دور کے لکھنے والوں میں آپ پروین حیدر کے مرثیے ''تہذیبِ قلم'' تک آجایئے۔ آپ خود دیکھیں گے کہ قلم کی حرمت اور جہاد بالقلم کی سربلندی پر شعری زاویے احساس کے کتنے دریچے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ جو آپ کو ایک نئی فضا میں

لے جائیں گے۔ پروین حیدر کے مرثیے سے یہ بند ملاحظہ کیجیے:

علم میراثِ پیمبرؐ ہے قلم اس کا حشم
یہ قلم عرش پہ کرتا ہے صحیفوں کو رقم
اور قلم ہی تھا جو لکھتا رہا تقدیرِ اُمم
آج بھی اہلِ قلم کی ہے سپر ان کا قلم
جس کی اللہ قسم کھائے وہ ذیشان قلم
مرتبہ یہ ہے کہ ہے کاتبِ قرآن قلم

یہ مرثیے کا ۷واں بند ہے درمیان میں دوسرے مباحث ہیں جن کا تعلق مرثیے کے موضوع کے اطراف سے ہے اور پھر اس مرثیے کے ۷۱ویں بند میں جو آخری بند ہے، پروین اس بلندیٔ فکر پر پہنچتی ہیں:

پہلی کاوش ہے یہ پروین کی اب ربِ جہاں
تیری درگاہ میں ہے میرا قلم سجدہ کناں

قلم کی یہ سجدہ ریزیاں ہی پروین حیدر کے مرثیے کا نقطۂ کمال ہیں۔ ذہن میں رہے کہ اس مرثیے میں خیال کے ایسے کئی تاریخی، تہذیبی اور رثائی موڑ ہیں جن پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے لیکن اس وقت بہت اختصار سے صرف ایک جزوی موضوع کی نشان دہی کی گئی ہے۔

◆◆◆

پیش لفظ

پروین حیدر

میں نے اپنے اور اپنے محترم خانوادے کے بارے میں اپنی شاعری کی پہلی کتاب ''حرف حرف آئینہ'' میں ۲۰۰۴ء جو منظر عام پر آ چکی ہے تفصیل سے لکھا ہے۔

اس مجموعہ کے پیش لفظ میں جو ''کشتِ غم'' کے نام سے طبع ہوا ہے، میں مختصراً اپنے بارے میں یہی کہوں گی کہ شاعری کا ہر رنگ بچپن سے میرے اطراف بکھرا تھا، نظم و غزل کے علاوہ قصیدے، مرثیے، سلام، منقبت، رباعی، قطعات، نوحے، ترکیب بند، مدح و قدح سے سہرے کی صنف تک، سوادب اور رثائی ادب کی ہر صنف کو میں نے آنکھ کھولتے ہی اپنے گھر میں موجود پایا اور بہت قریب سے اسے محسوس کیا، سیکھا اور سمجھا، مطلب یہ کہ میرا تعلق ایک معتبر ادبی گھرانے سے ہے۔ جہاں مذہبی شاعری کی روایت بھی موجود تھی۔

سید رعایت علی مچھلی شہری جو ایک معروف شاعر بھی تھے میرے جدِ اعلیٰ تھے۔ انھیں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں انگریزوں کو اپنی جاگیر میں پناہ دینے کے صلے میں برٹش گورنمنٹ نے مچھلی شہر ضلع جونپور کے ایک سو پانچ موضعات تحفتاً دیئے تھے۔ میرے آباء و اجداد اپنے ہی بسائے ہوئے محلے سیدواڑہ میں مقیم تھے اس خانوادے کی پہچان سول سرجنز، ڈپٹی کلکٹر، شاعر اور جاگیردار تھے۔ سید نوح مچھلی شہری میری دادی محترمہ کے پردادا تھے۔ سید نوح مچھلی شہری بلند پایہ شاعر تھے آپ ناسخ لکھنوی اور منیر شکوہ آبادی کے تلامذہ میں تھے آپ کا مجموعۂ کلام جو کہ بہت مشہور ہوا ''خیابانِ ترنم'' کے نام سے طبع ہوا تھا آپ شبیر تخلص فرماتے تھے:

بعد از ناسخ و منیر شبیر
یادگارِ گزشتگاں ہیں ہم

سید اختر حسین مچھلی شہری سروش تخلص فرماتے تھے۔آپ میرے دادا سید علی حیدر مچھلی شہری کے سگے پھوپا اور استاد تھے۔اختر حسین مچھلی شہری کی شہرت بہ حیثیت غزل گو شاعر کے زیادہ تھی۔ آپ آل انڈیا مشاعروں میں باقاعدگی سے شرکت کرتے تھے سید محمد نوح شبیر کے بڑے فرزند سید مجتبیٰ مچھلی شہری جاگیردار اور فنِ غزل گوئی میں طاق تھے آپ میری دادی محترمہ (جو کہ سنسکرت، عربی اور فارسی پڑھی ہوئی اور شاعرہ تھیں) کے والدِ محترم تھے میری دادی محترمہ جو کہ پردہ دار خاتون تھیں اور انھوں نے اپنے اشعار خاندان کے لوگوں کو سنانے کے علاوہ اور کہیں نہ پڑھے اور نہ ہی چھپوائے اُن کا ایک شعر دیکھیے:

کتنی ہی انقلاب کی اٹھتی جوانیاں
لپٹی ہوئی ہیں وقت کی بوڑھی کمر کے ساتھ

شبیر مچھلی شہری کے دوسرے فرزند سید محمد ایوب نقوی ریاست حیدر آباد دکن میں کوتوال تھے جو پختہ کار شاعر تھے شبیر صاحب کے تیسرے فرزند سید محمد مصطفےٰ نقوی ڈپٹی کلکٹر اور بلند پایہ شاعر تھے سید حسین حیدر (سینئر آئی ایس سی ایس) بے پناہ ذوقِ شعری رکھتے تھے اور خود بھی شعر کہتے تھے آپ میرے والد سید علی رضا رضوی انجم کے ماموں تھے۔ سید حسین حیدر ڈپٹی کلکٹر اور مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) میں سکریٹری تھے۔میرے والد کے چچا سید افتخار حیدر آغا (آئی سی ایس) اچھے شاعر تھے میری دادی محترمہ کے چچا سید محمد ایوب نقوی خود بھی کمال کے شاعر تھے اور ان کے صاحب زادے جناب سید محمود نقوی جو پاکستان کسٹم میں تھے اور کچھ سال قبل اپنے عہدے سے ریٹائر ہوئے ہیں بہت منجھے ہوئے شاعر ہیں میری دادی محترمہ کے خالو سید منصب علی جو صبر تخلص فرماتے تھے بلند پایہ شاعر تھے میرے دادا محترم سید علی حیدر مچھلی شہری خیر پور کے معتبر اور سینئر شاعروں میں شمار ہوتے تھے۔

ان نام ور بزرگوں کے علاوہ پروفیسر سید اشفاق حسین رضوی، سید عبادت علی سحر مچھلی شہری، امداد باقر رضوی المعروف فہیم اعظمی، سجاد باقر رضوی، پروفیسر مجتبیٰ حسین وغیرہ میرے خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔میرے دادا محترم کے تین فرزند فنِ شاعری خاص طور سے رثائی ادب میں ایک پہچان رکھتے تھے اپنے بزرگوں کی تقلید میں، میں نے بھی اپنی شاعری کی ابتدا ایک نوحہ لکھ کر کی تھی:

صدا یہ آئی تھی مقتل سے اے حسین حسین

اس وقت میری عمر آٹھ نو برس تھی شعور سنبھالتے ہی انیسؔ و دبیرؔ کے مرثیے پڑھ کر ایک آرزو دل میں جگہ بنا چکی تھی کہ کاش مجھے بھی بارگاہِ پنجتن پاکؑ سے وہ مقدس لفظ عطا ہو جائیں جو ان طیب و طاہر اور عظیم المرتبت ہستیوں کے شایانِ شان ہوں اور میں اپنی آخرت کے لیے بہ طور زادِ راہ مرثیہ لکھ سکوں۔ میری بچپن کی مانگی ہوئی دعا نے گویا معصومینؑ کی بارگاہِ عالیہ میں قبولیت کی سند پائی اور مجھے مرثیہ لکھنے کی سعادت بخش دی گئی۔ میں نے اپنا پہلا مرثیہ ''تہذیبِ قلم'' کے عنوان سے لکھا اور سچ تو یہ ہے کہ محمد و آلِ محمد صلواۃ اللہ علیہ کے عشق کی سرشاری نے مجھے یہ عظیم توفیق بخشی ''تہذیبِ قلم'' میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے اپنے بزرگوں کی شاعری کے توسط سے دیکھا۔

میری غزلیات کی پہلی کتاب ''حرف حرف آئینہ'' کو آثار و افکار اکیڈمی نے ''حسنِ سخن'' کے پہلے اور گرانقدر ایوارڈ سے نوازا۔ میری دلی دعا ہے کہ چہاردہ معصومین علیہ السلام ''کشتِ غم'' کو شرفِ قبولیت بخشیں اور یہ حروف میرے لیے موجبِ بخشش بن جائیں۔ مجھے فخر ہے کہ میرا شجرۂ نسب تو میری پہچان ہے ہی اور مرثیہ لکھنے کے بعد میرا شجرۂ ادب بھی میرے لیے باعثِ افتخار اور میری پہچان ہے:

وقفِ خاکِ درِ حیدرؑ رہے تقدیر مری
موجبِ بخششِ عصیاں بنے تحریر مری

کشتِ غم کی تہذیب و ترتیب اور اشاعت کے لیے میں معروف صحافی، نقاد اور سینئر و معتبر شاعر جناب سرور جاوید صاحب کی بے حد شکر گزار ہوں کہ ان کے تعاون کے بغیر کتاب کی اشاعت ممکن نہیں تھی۔ میں اپنی بیٹی ایما مسعود کی شکر گزار بھی ہوں اور بارگاہِ رب العزت میں دست بہ دعا بھی ہوں کہ اس کی توفیقات میں اضافہ ہو اور پروردگار اسے لمبی عمر عطا کرے کہ اس نے میری گھریلو ذمہ داریوں کا سارا بوجھ اپنے کاندھوں پر لے کر مجھے مکمل اطمینان اور ذہنی یکسوئی کے ساتھ لکھنے اور پڑھنے کا کام سونپ دیا ہے۔

پروردگار ان تمام دوست احباب عزیز و اقارب اور اصحاب کو اپنی امان میں اور تندرست و توانا رکھے جنھوں نے مرثیہ لکھنے کی تحریک دلانے سے لے کر اس کے اختتام تک میرا حوصلہ بڑھایا۔

◆◆◆

ایوانِ حمد

☆

جلوے ترے یہاں وہاں سارا جہاں ہے ضوفشاں
شمس و قمر ہیں پُر ضیاء تیرے جمال کے سبب
دینِ نبیؐ ، شعورِ زیست ، نامِ خدا ، پیامِ حق
پھیلا ہے کائنات میں احمدؐ کی آل کے سبب

الحمدُ ربِ العالمین

خدائے برتر کا فیصلہ ہے
وہ امتحاں لے گا ہر بشر کا
متاعِ وا ولاد اور جاں سے
سو، مطمئن نفس آزمائش کی ہر گھڑی سے
پکارتے ہیں اُسے جو شہ رگ سے بھی قریں ہے
جو اوّلیں ہے جو آخریں ہے
کہ ہم ہیں اس کی رضا پہ راضی
ہمیں ہیں تسلیم امر تیرے
بجز ترے، یہ تمام مال و متاعِ دنیا
ہے خواب و فانی
تو ہی تو ہے جو گرا دے پل بھر میں
نیلگوں، بے ستوں فلک کو
تو ہی تو ہے جو پلک جھپکتے اُلٹ دے
سارے طبق زمیں کے

بجز ترے خوفِ ماسوا کیا؟
تو جس نے تحریر کی ہے تقدیرِ نوعِ آدم
تو ہی تو ہے جو مہیب ظلمت کو ڈھالتا ہے نئی سحر میں
تو ہی تو ہے جو غموں کا سورج الٹ کے چمکا دے چاندنی کو
ہمارا ایمان اور یقیں ہے
ضرور دشتِ سیاہ کے بعد
آتی ہے روشنی کی بستی
حوادث و امتحان میں بھی
ہمیں میسر پناہ اُس کی
یہی ہے تیرا نظامِ امروز اور فردا
یہ زندگی راستے بدلتی
ازل سے جب تک رواں دواں ہے
تو ہی نہاں ہے تو ہی عیاں ہے
تو ہی یہاں ہے تو ہی وہاں ہے

حمد

غور سے دیکھ ذرا اے نگہہِ حُسنِ یقیں
بزمِ عالم میں کوئی نور چھپا ہے کہ نہیں

لاکھ کوشش سے بھی کھلتی نہیں ترتیبِ وجود
وہ ہر اک جا ہے پہ موجود کسی جا بھی نہیں

کب سے کرتا ہے زمانہ حرم و دیر کی سیر
وہ تو کعبے کا بھی پابند نہیں پردہ نشیں

ذرّے ذرّے سے نمایاں ہے اُسی کی قدرت
اور اجرامِ سماوی میں وہی جلوہ گزیں

دور اتنا کہ خیالوں کی رسائی دشوار
اور نزدیک پھر اتنا کہ رگِ جاں کے قریں

سچ اگر پوچھیں تو ہے قیدِ مکاں سے آزاد
اور اگر دیکھیں تو ہے بزمِ حقیقت کا مکیں

جستجو کیجیے اُس کی تو نہ جانے ہے کہاں
ڈھونڈیے دل کی نگاہوں سے تو رہتا ہے یہیں

حمد

مرا خیال ، مری فکر ، میرا دھیان بھی تو
مرا بیان بھی ، پیرایۂ بیان بھی تو

مکینِ دل بھی تو ہی اور لامکاں بھی تو
ہے خاک داں بھی تو ہی ہفت آسمان بھی تو

تو کارواں ، تو ہی رہبر بھی ، سار بان بھی تو
تو نا خدا بھی ہے کشتی بھی ، بادبان بھی تو

مری امید بھی تو مجھ پہ مہربان بھی تو
تو ممتحن بھی مرا اور امتحان بھی تو

مرا غرور ، مرا فخر ، میرا مان بھی تو
مرا سفر ، مری منزل ، مرا نشان بھی تو

یقین کی حدِ آخر بھی تو گمان بھی تو
نمازِ عشق بھی تو ہے مری اذان بھی تو

مرثیه

تہذیبِ قلم

قصرِ تہذیب پہ ہو میرے تخیّل کی اساس
خامۂ صدق سے تحریر کروں حرفِ سپاس
مجھ کو ایمان کا ادراک ہو عرفاں کا حواس
قلزمِ علم سے اک قطرۂ علمی کی ہے آس
جسمِ ایماں کو اگر روحِ مودت مل جائے
میرے افکارِ پریشاں کو بھی وحدت مل جائے

میرے الفاظ کو رفعت دے خداوندِ سخن
تا ابد مہکا رہے حسنِ عقیدت کا چمن
ہے میری عرض کہ اے ربِ زماں ربِ زمن
جُز غمِ سبطِ نبیؐ کوئی نہ ہو رنج و محن

مجھ کو قدرت ہو سخن پر وہ ہنر دے یارب
دہنِ خامہ کو مضمون سے بھر دے یارب

سطحِ قرطاس پہ ہو دجلۂ افکار رواں
لفظ ہوں شوقِ رہِ حق میں مرے فیض رساں
میری تخئیل میں بھی رنگِ حقیقت ہو عیاں
نوحہ و مرثیہ و حمد میں ہو زور، بیاں

موجبِ بخششِ عصیاں بنے تحریر مری
وقفِ خاکِ درِ حیدرؑ رہے تقدیر مری

بابِ حیدرؑ سے عطا ہو مجھے انعامِ شعور
دعوتِ خیر عمل ہی تو ہے پیغامِ شعور
ابتدا نیک ہے اور نیک ہے انجامِ شعور
بادۂ حُبِ علیؑ پی کے پیوں جامِ شعور

جو شعورِ ازلی ہے وہ گہر علم کا ہے
سرِ جبریل جہاں خم ہے وہ در علم کا ہے

روحِ قرآں کی قسم بولتا قرآن ہے علم
ذاتِ یزداں کی قسم قوتِ رحمان ہے علم
عصرِ دوراں کی قسم قاطعِ طغیان ہے علم
کلِ ایماں کی قسم جادۂ ایمان ہے علم
قلبِ فطرت کو مصفا و معطر کر دے
علم وہ نور جو عالم کو منور کر دے
فیض اتنا ہے کہ اس علم نے منبر بخشا
طالبِ علم کو نقدِ زر و گوہر بخشا
جو زمانے میں ہو چیدہ وہ گلِ تر بخشا
نیک اور بد کو پرکھ لینے کا جوہر بخشا
ملت و قوم کی آرائش و تزئین ہے علم
اک عبادت ہے فریضہ ہے اور آئین ہے علم
علم میراثِ پیمبرؐ ہے قلم اس کا حشم
یہ قلم عرش پہ کرتا تھا صحیفوں کو رقم
اور قلم ہی تھا جو لکھتا رہا تقدیرِ اُمم
آج بھی اہلِ قلم کی ہے سپر ان کا قلم
جس کی اللہ قسم کھائے وہ ذیشان قلم
مرتبہ یہ ہے کہ ہے کاتبِ قرآن قلم

عرش پر دی ہے صحیفوں نے شہادت اس کی
فرش پر کرتا ہے قرآن وکالت اس کی
گونج ہے اس کی ازل سے یہ ہے حرمت اس کی
لوحِ محفوظ پہ اب تک ہے حکومت اس کی
قلب میں صدق تو پیکر میں صلابت دی ہے
اس کے اوصاف کی خالق نے شہادت دی ہے
چشمِ الفت سے اسے دیکھتے ہیں کون و مکاں
بے دھڑک لوح پہ لکھتا ہے خدا کے فرماں
سود کا شوق نہیں اور نہ اسے خوفِ زیاں
وہ موذن ہے جو دے صحنِ حقیقت میں اذاں
علم و دانائی و حکمت کا خزینہ ہے قلم
بخدا شہر درِ علم کا زینہ ہے قلم
یہ ہے تہذیبِ بشر اور تمدن کا نشاں
فکر و دانش کا جہاں کلکِ قلم میں پنہاں
چشم میں عالمِ ادراک و بصیرت ہے نہاں
قلبِ خامہ میں فقط علم کی موجیں ہیں رواں
عارفِ حق ہے صداقت کو بھرم اس نے دیا
عقل کو فہم و فراست کو حشم اس نے دیا

اس کی گفتار کا مداح ازل سے یزداں
اس کے کردار سے واقف ہیں زماں اور مکاں
اس کی تخلیق ہے بندوں پہ خدا کا احساں
عالموں کے لیے لکھتا ہے یہی لفظ و بیاں
کفر و الحاد کے ماحول میں ایمان کی بات
اس سے منسوب ہے ہر ڈھنگ کی ہر شان کی بات
جب بھی ماضی میں کبھی بہکا مورّخ کا قلم
بہرِ خوشنودیٔ شاہی جو لیے دام و درہم
سَم کو تریاق لکھا اور کبھی تریاق کو سَم
ان سے گویا ہوا ہر عہد و زماں یوں پیہم
فتنۂ خامہ فروشی کو کچلنا ہوگا
تم کو تحریر کا انداز بدلنا ہوگا
وہ قلم لائقِ تکریم ہے خالق کے قریں
جس کی تدبیر سے واقف ہیں سبھی اہلِ یقیں
اعتماد ایسا کہ تشکیک کا اک حرف نہیں
خم جو کرتا ہے درِ آلِ محمدؐ پہ جبیں
شیشۂ عقلِ بشر پہ یہ جلا کرتا ہے
وقتِ تحریر مناجاتِ خدا کرتا ہے

بعد تسبیحِ خدا تذکرۂ فخرِ بشر
شبِ تاریک میں اُبھرا ہے ہدایت کا قمر
نعمتِ علم سے آراستہ ہو خوانِ بشر
تزکیہ نفسوں کا کرنا ہے یہ ہے پیشِ نظر
جن کی تخلیق ہوئی کارِ ہدایت کے لیے
وقف ہیں لوح و قلم ان کی ہی مدحت کے لیے

باعثِ کن فیکوں وجہِ وجودِ عالم
جس کی تبلیغ سے اسلام ہوا ہے محکم
شاہد و ناظمِ کن ساکنِ عرشِ اعظم
جو ہے کعبے کا شرف جس سے ہے تقدیسِ حرم
جو کہ ہے اوّلِ تخلیق وہ نور اس کا ہے
جامِ ہستی میں یمِ کیف و سرور اس کا ہے

وہ معلّم جو ہے سر تا بہ قدم نور آثار
جس کی تصویر ہے صانعِ ازل کا شہکار
جس کا معیارِ دیانت ہے خدا کا معیار
مرتبہ یہ ہے کہ قرآن ہے اس کا کردار
عقل کو حسنِ یقیں، فکر کو دانائی دی
نطق نے جس کے ہر اک لفظ کو گویائی دی

نور سے جس کے کھلا حسنِ کمالِ ہستی
بابِ ہستی و عدم اور مہ و سالِ ہستی
جس نے دنیا کو دکھایا ہے جمالِ ہستی
جس نے ہستی کو بھی بخشا ہے جلالِ ہستی
تاابد جس کا کہ ممنون رہے گا اسلام
نامِ ''احمدؐ'' ہے اسی منزلِ عرفان کا نام
دیں کی تبلیغ کا عنوان ہیں سلطانِؐ عرب
دیں کی تکمیل کا حیدرؓ کو ملا ہے منصب
دیں کی تطہیر کا شبرؓ نے کیا، ساماں سب
اور شبیرؓ بنے دیں کی حفاظت کا سبب
نفس کو بیچ کے حیدرؓ نے خدائی لے لی
اور شبیرؓ نے مرضیِ الٰہی لے لی
بھول سکتا نہیں اسلام وہ احسانِ علیؓ
جن کے شایاں تھے علیؓ اور جو تھے شایانِ علیؓ
جس کو ایماں کرے سجدہ، وہ ہے ایمانِ علیؓ
ساقیا، مجھ کو پلا دے مئے عرفانِ علیؓ
بادۂ حُبِ علیؓ اور درِ میخانۂ علم
مِلک ہے ساقیِ کوثر کی یہ خم خانۂ علم

ہے علیؑ جیسا ، زمانے میں بھلا کس کا حشم
ساغرِ نور ہیں خُم خانۂ وحدت کی قسم
نام وہ نام کہ جو نام ہے اسمِ اعظم
شان دکھلائیں تو ہوں مُہرِ نبوتؐ پہ قدم
بعدِ محبوبِ خدا خلق کے سلطاں بھی علیؑ
یعنی قرآں بھی ہیں اور معنیِ قرآں بھی علیؑ
بُرجِ آئمہؑ کے خورشید کو کہتے ہیں علیؑ
رہبرِ منزلِ توحید کو کہتے ہیں علیؑ
مستند آیۂ تمہید کو کہتے ہیں علیؑ
دین کی اوّلیں تائید کو کہتے ہیں علیؑ
غیرِ فرّار ہیں کرّار لقب ہے اِن کا
''روحِ قرآن'' ہیں یہ عالی نسب ہے اِن کا
راکبِ دوشِ نبیؐ دستِ خدائے جبار
پیشوائے دو جہاں راہبر و راہ گزار
مرتضیٰ ، بوالحسن و حیدر و صفدر کرّار
اللہ اللہ دو عالم کے ہیں مالک مختار
مقصدِ کارِ رسلؑ حق کے ولی کی بیعت
بیعت دستِ خدا دستِ علیؑ کی بیعت

کُھل نہیں سکتی فضائل میں علیؑ کے، یہ زباں
حرف قرآن کے ہوں اور پیمبرؐ کا بیاں
عالمِ علمِ لدنی جسدِ علم کی جاں
ہے تو بندہ وہ مگر سب ہیں خدائی کے نشاں
صورت ایسی کہ مصور بھی ہوا ہے حیراں
ایسی سیرت کہ نصیری کو خدا کا ہے گماں

کیسے ممکن ہے بھلا مدحتِ کُلِ ایماں
میرے افکار میں وہ حکمت و دانائی کہاں
عرصۂ زیست میں ہے نادِ علیؑ حرزِ جاں
مشکلیں ہوتی ہیں اس نام سے، کُل کی آساں
کفر لرزاں ہے کہ ہر دل میں ہے ضرغام کی دھاک
کشورِ دہر میں اب تک ہے اسی نام کی دھاک

گلشنِ حیدرؑ و زہراؑ کے گُلِ تر ہیں حسینؑ
خلق و اوصاف میں مانندِ پیمبرؐ ہیں حسینؑ
ڈھنگ حیدرؑ کے تو کردار میں جعفر ہیں حسینؑ
حسنِ معیار میں معیار سے بڑھ کر ہیں حسینؑ
منتخب کردۂ اللہ و پیمبرؐ ہیں یہ
سارا عالم ہے جزیرہ تو سمندر ہیں یہ

پائے باطل کے لیے آہنی زنجیر حسینؑ
قلبِ مومن کے لیے قوتِ تسخیر حسینؑ
بزمِ کونین میں ہیں نور کی تنویر حسینؑ
دیں کی بنیاد علیؑ دین کی تعمیر حسینؑ
عہدِ طفلی کو سرِ دشت سر انجام کیا
حشر تک دینِ محمدؐ رہے وہ کام کیا

صولتِ رب ہیں امامِ دو جہاں شاہِ حجاز
صوتِ تکبیر ہیں آوازِ اذاں شرحِ نماز
پسرِ صاحبِ اعجاز ہیں معجز انداز
لبِ تاریخ سے آتی ہے یہ پیہم آواز
ذوالفقار ایسی کوئی دوسری شمشیر نہیں
سرِ تاریخِ بشر. ثانیِ شبیرؑ نہیں

پیکرِ صبر و رضا ضبط کے پیغمبر ہیں
جن کی رفتار کی ہیبت ہے یہ وہ رہبر ہیں
تذکرے آج بھی ان کے لبِ ایماں پر ہیں
گرچہ تنہا ہیں مگر فرد نہیں لشکر ہیں
فکر و تہذیب کی تاریخ کا حصہ ہیں حسینؑ
ہر صدی جس کو سنائے گی وہ قصہ ہیں حسینؑ

دینِ احمدؐ کی فراست ہیں حسینؑ ابنِ علیؑ
شارحِ حق و شریعت ہیں حسینؑ ابنِ علیؑ
مستند فردِ شجاعت ہیں حسینؑ ابنِ علیؑ
بنتِ احمدؐ کی ریاضت ہیں حسینؑ ابنِ علیؑ
ہر عمل جس کا ہے مقصودِ مشیت وہ حسینؑ
عظمتیں دیتی ہیں خود جس کی شہادت وہ حسینؑ

اہلِ دل جانتے ہیں ہمت و جرأت ان کی
معتبر چشمِ زمانہ میں ہے حشمت ان کی
بھر گئی دین کے دامن کو سخاوت ان کی
نصرتِ حق میں تھی بے مثل شہادت ان کی
ان کے در سے مہ و انجم کو ملا نورِ سحر
ان کا گھر کلمۂ توحید کے موجد کا ہے گھر

رزم میں اپنے اب وجد کی طرح سینہ سپر
ابروئے چشم کی جنبش سے الٹ دیں لشکر
سب شجاعانِ عرب کہہ اُٹھے مافوق بشر
بارِ اندوہ تھا پر شکرِ خدا تھا لب پر
امتحاں عشق کا دیتے ہیں یہ میدانوں میں
دل لرز جاتے ہیں شیروں کے نیستانوں میں

مشعلِ راہِ عمل جن کا ہر اک نقشِ قدم
ضوفشاں جن کے لہو سے ہوئے دونوں عالم
جن کی گفتار کی ہیبت سے گرے قصرِ حشم
جن کے کردار کی شوکت سے بڑھی شانِ حرم

بُت جو شاہی نے تراشا تھا اسے توڑ دیا
عزمِ شبیرؑ نے تاریخ کا رُخ موڑ دیا

حق کی تحریک کی اک جہدِ مسلسل شبیرؑ
دیں کے دستور کی تشریحِ مفصل شبیرؑ
باعثِ تکملۂ دینِ مکمل شبیرؑ
بہ خدا آئینۂ عزم کی صیقل شبیرؑ

آئنہ، آئنہ گر، آئنہ کردار ہیں یہ
ردِ باطل کے لیے عظمتِ انکار ہیں یہ

حفظِ دینِ شہہ کونین کا وعدہ شبیرؑ
دیں کا مفہوم ہیں خالق کا ارادہ شبیرؑ
مقصدِ کارِ رسل حق کا اعادہ شبیرؑ
امرِ حق منزلِ تسلیم کا جادہ شبیرؑ

اپنے اللہ کی سرکار کے مختار بھی ہیں
منبعِ صبر بھی ہیں صبر کا معیار بھی ہیں

اسی شبیرؑ کے بھائی ہیں شہنشاہِ وفا
ہیں شجاعت میں بھی جو فاتحِ خیبر کی ادا
قلبِ زینب کی یہ قوت ہیں یہ بھائی کا عصا
زیبِ سر ہے انھیں دستارِ شجاعت بہ خدا
پسرِ حیدرؑ کرار ہیں جرار عباسؑ
حشر تک معرکۂ حق میں علم دار عباسؑ

آس زہرا کی ہیں عباسؑ حصارِ ہمشیر
یہ دل و جانِ حسنؑ ہیں دل و جانِ شبیرؑ
کلِّ ایمان کی سر تا بہ قدم ہیں تصویر
ہے لقب کلِّ وفا ہیں یہی کل کی تقدیر
فتح خیبر کے لیے حق کے ولی کافی ہیں
کربلا کے لیے عباسِؑ علی کافی ہیں

پاسبانِ حرمِ احمدِ مختارؐ بھی ہیں
طاعت و فرض و عمل پیکرِ ایثار بھی ہیں
حمزہ و شیرِ خدا جعفرِ طیار بھی ہیں
اور اب وجد کی شجاعت کے علم دار بھی ہیں
آگ اُگلتا ہوا سورج بہ خدا خاک ہوا
ان کی ہیبت تھی کہ دریا کا جگر چاک ہوا

فجر تا ظہر کوئی ناصر و یاور نہ رہا
فوجِ شبیرؑ میں عباسؑ اور اکبرؑ کے سوا
بھائی سے کہنے لگیں آ کے یہ بنتِ زہراؑ
جاں بہ لب طفل ہیں سقے کو دیں اے بھائی رضا
جنگ کا حکم نہ دیں، جوش کا یہ وقت نہیں
مشک بھر لائیں گے عباسؑ کہ دریا ہے قریں
قلبِ زینب کی صدا تھی مرے عباسؑ عباسؑ
بازوئے شاہِ حرم بچوں کی تم آس عباسؑ
دیکھی جاتی نہیں ششماہے کی اب پیاس عباسؑ
بس تمھیں مشکِ سکینہ کا رہے پاس عباسؑ
بچے پیاسے ہیں کئی روز سے تم کو ہے خبر
شدتِ پیاس سے ہے خشک گلوئے اصغر
رخِ زینب پہ نظر ڈال کے بہ حسرت و یاس
کہا عباسؑ نے قائم نہیں اب میرے حواس
طاقتِ ضبط چھٹی جاتی ہے ٹوٹی ہے آس
میری شہزادی مجھے لے چلیں آقا کے پاس
طفل گریاں ہیں مچل اٹھے ہیں پانی کے لیے
حکم عباسؑ کو دیں آب رسانی کے لیے

جوڑ کر ہاتھ علم دار نے بھائی سے کہا
اب عطا کیجیے عباسؑ کو بھی اذنِ وغا
جذبۂ نصرتِ حق شوقِ شہادت ہے سوا
پیاس بچوں کی مرے پیشِ نظر ہے بخدا
سوکھی رہ جائے سکینہ کی نشانی آقا
ہو نہ مصرف میں تو کس کام کا پانی آقا

مجھ کو بھی رن کی اجازت ہو شہہ عالی وقار
ہو اجازت کہ غلام آپ پہ ہو جائے نثار
روح کو جسم گراں جسم کو اب روح ہے بار
دل، کہ سیماب کا ٹکڑا ہے نہیں اس کو قرار
یہ سعادت مری، حسرت مری، ایمان مرا
آپ کے قدموں پہ جاں نکلے ہے ارمان مرا

دیکھا عباسؑ نے جب جانبِ خیمہ ناگاہ
فق ہوا چہرہ لبِ ضبط سے نکلی اک آہ
درِ خیمہ پہ سکینہ کھڑی تکتی ہے راہ
خالی کوزہ لیے دریا کی طرف کر کے نگاہ
کہتی ہے تشنگی دیتی ہے اذیت عمو
میں دلا دیتی ہوں بابا سے اجازت عمو

بولے شبیرؑ ہے لڑنے کی منائی جاؤ
میری بچی کی سفارش ہے اے بھائی جاؤ
بھائی سے بھائی کی ہوتی ہے جدائی جاؤ
اے مرے شیر بلاتی ہے ترائی جاؤ
اذنِ شبیرؑ بہ صد عز و حشم لے کے چلے
کیا عجب شان تھی جب مشک وعلم لے کے چلے

حسرت و یاس سے دریا کی طرف کی جو نظر
افقِ ذہن پہ غازی کے یہ اُبھرا منظر
خالی کوزے کے لیے بچے ہیں درِ خیمہ پر
اور ہاتھوں کو اُٹھائے ہوئے شہہ کی دختر
پڑھتی ہے نادِ علی سوۂ یاسین کے ساتھ
چشمِ پُرنم سے دعا کرتی ہے آمین کے ساتھ

نکلے عباسؑ جو خیمے سے بہ صد جاہ و حشم
زیست گریاں تھی قضا چومنے کو آئی قدم
حشر برپا ہوا جب غیظ میں آیا ضیغم
سینۂ دشت سے آتی تھیں صدائیں پیہم
تھا اذا زلزلت الارض کا عالم اس دم
صفِ اعدا میں بپا تھی صفِ ماتم اس دم

غیظ میں شیر تھا ملتی نہ تھی دشمن کو امان
ہیبت و دبدبہ و رعب تھا عباسؑ کی شان
مشک کاندھے پہ تھی اور ہاتھ میں لشکر کا نشان
روحِ حیدرؑ وہیں موجود تھی سائے کے سمان
پسرِ سعد کو للکارا او ظالم ہشیار
تجھ میں ہمت ہے تو آ روک لے عباسؑ کا وار
الاماں تین شب روز کے پیاسے کی وغا
غل تھا جنگاہ میں یہ ہیں پسرِ شیرِ خدا
ہائے وہ جوشِ وغا اور وہ پابندِ وفا
ایسے عالم میں سکینہ نے علم کو دیکھا
بولی دیکھو مرے عمو کی نشانی دیکھو
لاتے ہیں نہر سے مشکیزے میں پانی دیکھو
پہنچا دریا پہ جری مشکِ سکینہ کو بھرا
نیام میں تیغِ علیؑ سبز علم دوش پہ تھا
دل کو تڑپانے لگی تشنگی آلِ عبا
دفعتہً ٹوٹ پڑے شیر پہ سب اہلِ جفا
فوج نے گھیر لیا ضبط کے اس پیکر کو
شدتِ کرب سے غازی نے جھکایا سر کو

چاروں جانب سے ہوئی تیر وسناں کی بوچھار
مشک تیروں سے چھدی جسمِ مطہر تھا فگار
ہو گئے بازو قلم سر پہ ہوئے گرز کے وار
بہتے پانی کو علم دار نے دیکھا اک بار
خاک پہ گر گیا عباسؑ دلاور کا علم
دی صدا شاہ کو جلد آیئے جاتے ہیں ہم
سن کے بھائی کی صدا تھام کے ہاتھوں سے کمر
کہا شبیرؑ نے یہ، سوئے نجف کر کے نظر
یا علیؑ آیئے اب درد سے پھٹتا ہے جگر
گر گئی زینب و کلثوم کے سر سے چادر
غم میں بھائی کے گریباں ہے دریدہ بابا
کیسے دیکھوں گا میں وہ دست بریدہ بابا
الغرض نہر کی جانب چلے شہہ خاک بسر
ہر قدم گرتے تھے ہر گام پہ کھاتے ٹھوکر
رو کے فرماتے تھے اب دشت میں لٹنے کو ہے گھر
پہنچے بھائی کے قریں سر کو رکھا زانو پر
کہا، روتی ہے سکینہ مری پانی کے لیے
آبِ شمشیر ہے اب تشنہ دہانی کے لیے

پیاسی بچی سے تھا شرمندہ بہت شیرِ ژیاں
اشک اندوہ تھے عباسؑ کی آنکھوں سے رواں
بولے اب رخصتِ آخر ہے مری جاں قرباں
زانوئے آقا ہے عباسؑ کی یہ شوکت وشاں
کس بلندی پہ ہے اس وقت مرا بخت رسا
حشر تک شہہ کے غلاموں میں ہوا نام مرا
کہا بھائی سے علم دار نے بہ حسرت و یاس
اے شہہ تشنہ گلو آپ سے اس دل کو ہے آس
لاش خیمے میں نہ لے جائیں شہہ نیک اساس
منہ کو ڈھانپے ہوئے سو جائیں گے ہم نہر کے پاس
آپ پہ صدقے یہ سقّے پہ عنایت ہوگی
پیاسے بچوں سے مجھے سخت ندامت ہوگی
بولے شبیرؑ مرے بھائی نہیں دل کو قرار
کٹ گیا نخلِ تمنا نہ رہے برگ و بار
سرخرو مجھ کو کیا میرے برادر میں نثار
آرزو ہے مری بھائی مجھے کہہ دو اک بار
"بھائی" ہونٹوں پہ تھا آنکھیں تھیں بروئے سرور
کر گیا شہہ کا وفادار بھی دنیا سے سفر

رو کے حضرت نے کہا ٹوٹ گئی آس اٹھو
تم سے ڈھارس تھی تمھیں خوب ہے احساس اٹھو
دشتِ غربت میں نہیں کوئی مرے پاس اٹھو
ہائے مقتولِ جفا ، اے مرے عباس اٹھو
مر گئے تم پہ ہمیں موت نہ آئی بھائی
دشت میں لٹ گئی اماں کی کمائی بھائی

سوئے خیمہ چلے بادیدۂ نم شاہِ اُمم
دونوں ہاتھوں سے اُٹھائے ہوئے تھے مشک وعلم
سر کو نہوڑائے درِ خیمہ پہ آئے جس دم
تب کہا بالی سکینہ نے بہ صد درد و الم
دل مرا خوں ہوا اب پیاس نہیں ہے بابا
مر گئے میرے چچا مجھ کو یقیں ہے بابا

سب ہوئے قتل نہیں کوئی مددگار عمو
بے اساسوں کا ہے اب کون نگہدار عمو
کیسے ہو پائے گی طے منزلِ دشوار عمو
تپشِ مہر میں تھے سایۂ دیوار عمو
رحم کیا کھائیں گے چھ ماہ کے اصغر پہ لعیں
درپئے قتل ہیں بابا کے سبھی دشمنِ دیں

بین کرتی تھیں جگر تھام کے اُمِ کلثوم
غم سے صد پاش ہے دل کہتی تھیں زینب مغموم
ایک پیاسے کے مقابل ہے ہزاروں کا ہجوم
بھائی عباس ہوئے تم بھی نظر سے معدوم
سب ہوئے قتل کوئی ناصر و یاور نہ رہا
لبِ شبیرؑ پہ اس وقت بھی ہے شکرِ خدا

رو کے کہتی تھیں مری گود کے پالے نہ رہے
بجھ گئی شمعِ یقیں گھر کے اُجالے نہ رہے
اہلِ حق ، اہلِ رضا قافلے والے نہ رہے
جی کے اب کیا کروں جینے کے حوالے نہ رہے
طاقتِ ضبط چھٹی صبر کا یارا نہ رہا
کوئی وارث نہ رہا کوئی سہارا نہ رہا

دم بہ دم ایک صدا آتی تھی ماں دشت میں ہے
ہے کڑی دھوپ مرا تشنہ دہاں دشت میں ہے
ہائے ناموسِ شہہ کون و مکاں دشت میں ہے
حفظِ دیں کے لیے بہ شوکت و شاں دشت میں ہے
دشت میں چشمِ اجل خود نگراں ہے اس دم
زیست زیرِ قدم تشنہ لباں ہے اس دم

آئے رخصت کے لیے اہلِ حرم سے شبیرؑ
زخم ہیں جسم پہ، چہرے پہ ہے خونِ بے شیر
لائیں ملبوسِ کہن بھائی کی خاطر شمشیر
چوم کر بازوئے زینب یہ کہا وقتِ اخیر
ہم چلے جائیں گے مقتل میں عبادت کے لیے
اے بہن روؤ گی تم بھائی کی غربت کے لیے

جب دمِ عصر ہوئے قتل شہنشاہِ اُمم
خیمۂ عترتِ اطہر میں تھا برپا ماتم
رو کے فرماتی تھیں زینب یہ بہ صد رنج و الم
ہیں گرفتار بیاباں میں کس آزار میں ہم
تپ میں عابدؑ ہیں کوئی والی و وارث بھی نہیں
مال و اسباب کو لوٹے گا ابھی لشکرِ کیں

مال و زر لُٹ گیا لوٹی گئی سر سے چادر
کان زخمی ہیں سکینہ کے چھنے ہیں گوہر
جل گیا سیدِ سجادؑ حزیں کا بستر
اور کیا لکھا ہے تقدیر میں، ہے کس کو خبر
ہو گئے زیبِ سناں سب سرِ اطہر ہئے ہئے
بیبیاں شام کو جاتی ہیں کُھلے سر ہئے ہئے

کربلا سے گئی زینب کی صدا شام تلک
نوحہ خطبوں میں ڈھلا دین کے پیغام تلک
کربلا جاری رہی شام کے آلام تلک
اس صدا کا تھا سفر ظلم کے انجام تلک

وقفِ تاریخ جو یہ ذکر شہادت کا ہے
یہ اثر ثانیِ زہرہ کی خطابت کا ہے

اہلِ دربار پہ تھا خطبۂ زینب کا اثر
ظلم بے آبرو ہوتا گیا ہر منزل پر
کربلا بن گئی ایمان و یقیں کی مظہر
بعدِ شبیرؑ بھی جاری تھا ہدایت کا سفر

کربلا بھائی کے کردار کی طاقت کا نشاں
شام ہمشیر کی بے باک صداقت کا نشاں

کربلا فرقِ ستمگار پہ کاری ضربت
کربلا مرکزِ ایقان ہے، حق کی حُرمت
کربلا عزم کی معراج سپہرِ حشمت
کربلا ہے سرِ ایماں پہ ردائے عصمت

دشتِ بے آب میں پیاسوں نے پیا آبِ حیات
کربلا تجھ سے ملی دینِ محمدؐ کو حیات

نقشۂ زیست میں پیاسوں نے بھرا اپنا لہو
کشتِ اسلام نے پائی ہے اسی خوں سے نمو
تیر و شمشیر چلے تا بہ جگر تا بہ گلو
سوزنِ صبر سے تھا چاکِ مصیبت کا رفو
ریگِ ساحل سے چلی موجۂ تاریخ تلک
کربلا کا تھا سفر ظلم کی تنسیخ تلک

دشتِ بے آب سے آتی ہے صدا ہائے حسینؑ
ذرّے ذرّے سے اُبھرتی ہے نوا ہائے حسینؑ
ہر زمانے کے لیے حرفِ دعا ہائے حسینؑ
ہر قلم نے سرِ تاریخ لکھا ہائے حسینؑ
ارمغانِ غمِ ہستی کا بھرم اس سے ہے
بابِ تحریر میں تہذیبِ قلم اس سے ہے

کربلا صبر کی میزان ہے ہستی کی کتاب
ظلم کے واسطے ہے اس کا بیاں روزِ حساب
اہلِ دل کے لیے تا حشر ہے یہ غم کا نصاب
اس کی تحریر سے روشن ہوا سچائی کا باب
قلبِ انساں پہ جو صدیوں سے یہ غم طاری ہے
اس کی نسبت سے صداقت کا سفر جاری ہے

کربلا نے کیے تحریر اصولِ ہستی
اس کے ادراک سے ہے ہم کو قبولِ ہستی
مختصر ہوتا ہے اس راہ سے طولِ ہستی
جو بھی واقف نہیں اس سے ہے فضولِ ہستی

مذہب حق کی علامت ہے جو گھر اس سے ہے
دین ہے مزرعِ ہستی تو ثمر اس سے ہے

کربلا عظمتِ کردار صداقت کا پیام
کربلا دین کا معیار ہے تہذیب کا نام
ضامنِ مرضیِ حق عزم امامت کی زمام
مظہرِ مرضیِ معبود شہادت کا ہے جام

زندہ تہذیبِ قلم کی ہے روایت اس سے
متنِ قرآں کی ہے آج بھی عظمت اس سے

پہلی کاوش ہے یہ پروین کی، اے ربِّ جہاں
تیری درگاہ میں ہے میرا قلم سجدہ کناں
عرض ہے مجھ تہی داماں کی بہ صد عجز و فغاں
صرف ہو ماتمِ شبیرؑ میں یہ عمرِ رواں

جب تلک عرصہ گہہ زیست میں جاری ہیں ستم
کربلا ہوتی رہے مجلس و ماتم سے رقم

قطعہ

کمال صبر و قناعت کا نام ہے شبیرؑ
خدا شناس بصیرت کا نام ہے شبیرؑ
یزید نام ابوجہل کی سیاست کا
ابوالحسن کی قیادت کا نام ہے شبیرؑ

ایوانِ نوحہ

نوحہ

بجھ گئی اشکوں سے خود ، تشنہ دہانی عمّو
اب نہیں مانگوں گی میں آپ سے پانی عمّو

شامِ غربت کی میں روداد سناؤں کیسے
حرف زخمی ہیں لہو میری کہانی عمّو

چھن گئی سر سے ردا اُلٹ گیا اسباب تمام
راس آئی نہ ہمیں نقل مکانی عمّو

تشنگاں سو گئے سب اوڑھ کے خاکِ صحرا
اب لہو روتی ہے دریا کی روانی عمّو

دشت کی آنکھ سے ٹپکا ہوا قطرہ تھا فرات
لب جھلس جاتے جو پیتا کوئی پانی عمّو

جل گیا برقِ تبسم سے ستمگر کا غرور
بے زبانی تھی کہ تھی شعلہ بیانی عمّو

ہو گیا ماں کی نگاہوں میں جہاں تیرہ و تار
جب ملی خاک میں اکبر کی جوانی عمّو

بھر دیں پروینؔ کے افکار کے خالی کشکول
خامۂ خوں سے لکھی ہے یہ کہانی عمّو

نوحہ

پہنا جب ملبوسِ آہن عابدِ دلگیر نے
طوق نے نوحہ پڑھا ماتم کیا زنجیر نے

اے خلیل اللہ آ کر کربلا میں دیکھیے
خواب کو چونکا دیا ہے خواب کی تعبیر نے

دامنِ احساس پر اپنی زبانِ خشک سے
اک نئی تاریخ لکھ دی اصغرِ بے شیر نے

ساتھ جو کردار کے آئینے لائے تھے حسینؑ
کربلا ان میں سجا دی زینبؑ دل گیر نے

استغاثہ سُن کے جھولے میں نہ رک پایا صغیر
مضطرب اتنا کیا آواز کی تاثیر نے

بن گئی تیری ندامت تیری بخشش کا سبب
تجھ کو زندہ کر دیا اے حُر تری تقصیر نے

کیا ہے ہستی کی حقیقت مقصدِ ہستی ہے کیا
اس معمے کو کیا حل حضرتِ شبیرؑ نے

زد پہ اس کی صرف حلقومِ علی اصغر نہ تھا
ماں کا دل بھی چھید ڈالا حُرملہ کے تیر نے

کر دیا تحریر میری نوحِ دل پر یا حسینؑ
کیا شرف پروین بخشا کاتبِ تقدیر نے

نوحہ

کوئی باقی نہ رہا پردہ اُٹھانے کے لیے
ہاتھ تھامے ہے قضا رستہ بنانے کے لیے
دشت تیار ہے اب خاک اُڑانے کے لیے
کربلا آئے ہیں صحرا کو بسانے کے لیے
ہائے کیا عالمِ غربت ہے اکیلے ہیں حسینؑ
صبر میں شکر کی حد سے بھی گزر آئے ہیں
زخم مظلوم کے سینے میں جو، در آئے ہیں
انبیاء عرش سے مقتل میں اُتر آئے ہیں
رن میں زہراؑ کی ریاضت کے ثمر آئے ہیں
ہائے کیا عالمِ غربت ہے اکیلے ہیں حسینؑ

دین کو سینچا ہے اکبر سا دل آرا دے کر
اپنے لشکر کے علمدار کا لاشہ دے کر
بعد ششماہے کے ششماہے کا جھولا دے کر
بے پنہ پیاس میں بھی پیاسوں نے دریا دے کر
ہائے کیا عالمِ غربت ہے اکیلے ہیں حسینؑ

عصر کا وقت ہے اب حلق پہ خنجر ہوگا
دشتِ پُر خوں میں ہر اک لاشہ بے سر ہوگا
قید و ماتم ہی سکینہ کا مقدر ہوگا
آگ میں سیدِ سجادؑ کا بستر ہوگا
ہائے کیا عالمِ غربت ہے اکیلے ہیں حسینؑ

نوحہ

چراغ بجھ کے جلے جب جلے خیامِ حسینؑ
تھا روشنی کے لیے یہ بھی اہتمامِ حسینؑ

ہمارا مقصدِ تخلیق ہے حسینؑ کا غم
عزا کے فرش سے جاری رہے پیامِ حسینؑ

بلندیوں پہ شہادت کو اس نے پہنچایا
بر انقلاب کا عنوان صرف نامِ حسینؑ

ہمارے مقتلِ جاں میں ہے کربلا آباد
سحر حسینؑ سے ہے شام بھی ہے شامِ حسینؑ

خطا تھی کیا کہ جو مہماں بُلا کے لوٹ لیا
رسول زادہ ہے کیا یہ ہے احترامِ حسینؑ

سلام اُس تنِ اطہر پہ جو ہوا پامال
سلام حضرتِ حجت کا ہے بہ نامِ حسینؑ

شہادتِ علی

(نوحہ)

کرب و اندوہ و رنج و الم ہے ہائے دن ہیں یہ آہ و بکا کے
فرقِ حیدرؑ ہے تیغِ ستم ہے ہائے دن ہیں یہ آہ و بکا کے

ہائے گریاں ہیں محراب و منبر سر برہنہ ہیں آلِ پیمبرؑ
یہ خدائی بھی مصروفِ غم ہے ہائے دن ہیں یہ آہ و بکا کے

یہ گھڑی کس قیامت کی آئی میرے مولا نے ایذا اٹھائی
اب سفر سُوئے مُلکِ عدم ہے ہائے دن ہیں یہ آہ و بکا کے

پیٹتے ہیں مَلَک سینہ و سر خانۂ سیّدہ میں ہے محشر
شیرِ داور یہاں کوئی دم ہے ہائے دن ہیں یہ آہ و بُکا کے

کیا کیا تو نے اے ابنِ ملجم کیوں کیا وار حیدرؑ پہ ظالم
دیکھ سجدے میں شاہِ اُمم ہے ہائے دن ہیں یہ آہ و بُکا کے

خاک برسر ہیں مولا کے شیعہ حشر تک ہیں یہ مصروفِ گریہ
ہو نہ پائے گا کم یہ وہ غم ہے ہائے دن ہیں یہ آہ و بُکا کے

ماہِ رمضاں میں حیدرؑ کی رحلت کون دیکھے یتیموں کی حالت
شورِ گریہ ہے ہر آنکھ نم ہے ہائے دن ہیں یہ آہ و بُکا کے

نوحہ

اب سفر ختم ہوا آ گئی کرب و بلا
یہ ہے وعدے کی وفا آ گئی کرب و بلا

رب کعبہ کی قسم ہم ہیں توقیر حرم
ہم سے راضی ہے خدا آ گئی کرب و بلا

ہے ادھر فوج کثیر اور ادھر طفل و صغیر
ساتھ کنبہ ہے مرا آ گئی کرب و بلا

دامنِ صبر ہے تار یہ ہے عصمت کا وقار
میری زینب کی ردا آ گئی کرب و بلا

بھائی ہوگا نہ پسر ہوں گے ہم خون میں تر
لب پہ ہے شکر خدا آ گئی کرب و بلا

رہ گیا دور وطن خاک صحرا ہے کفن
ہے اجل زیرِ پا آ گئی کرب و بلا

خاک میں ہوگی نہاں ہے علم جس کا نشاں
اس کی تصویرِ وفا آ گئی کرب و بلا

ہائے وہ منزل غم اور وہ تیر ستم
میرے اصغر کا گلا آ گئی کرب و بلا

میرا اکبر ہے جواں بھول پائے گی نہ ماں
اس کی اک ایک ادا آ گئی کرب و بلا

قید خانے میں مکیں ہوگی پیوند زمیں
میری شب گیرِ دعا آ گئی کرب و بلا

حال بیمار حزیں کانپ اٹھے گی زمیں
اس کا حامی ہو خدا آ گئی کرب و بلا

ایوانِ سلام

☆

اسی چراغ نے رکھی ہے کربلا روشن
چراغِ آلِ پیمبر رہے سدا روشن
نوائے خامہ نے پروئیں سلام کی صورت
رہِ نجات پہ رکھا ہے اک دیا روشن

سلام

فکر مجھ کو کربلا کی سمت لے جائے تو بس
پھر تصور بے کسی کا دل کو تڑپائے تو بس

ہوں گزشتہ کی طرح مصروفِ غم اس سال بھی
یہ زمانہ ازسرِ نو یہ شرف پائے تو بس

دید کو آنکھیں ترستی ہیں مری، اے شاہِ دیں
کاش یہ تقدیر اب روضے پہ لے جائے تو بس

آنسوؤں کے جام لائے ہیں برائے نذرِ ہم
کچھ وفورِ تشنگی کم اس سے ہو جائے تو بس

کاش میری خاک کو مل جائے خاکِ کربلا
اس طرح یہ جذبِ غم تسکین پا جائے تو بس

روزِ عاشورا سکینہ مانگتی تھیں یہ دعا
آج سقائے سکینہ مشک بھر لائے تو بس

ہوں نبیؐ، حسنینؑ، زہراؑ و علیؑ جس بزم میں
اس میں گر پروئیں سرِ منبر نظر آئے تو بس

سلام

مری فکرِ رسا بھی با وضو ہے
حسینؑ ابنِ علیؑ کی گفتگو ہے

خدا کا دین جس سے سرخرو ہے
محمدؐ کے نواسے کا لہو ہے

تہہ خنجر ہے اک پیاسا نمازی
جو خود اپنے لہو سے باوضو ہے

شباب اسلام کو بخشا ہے جس نے
علی اکبرؑ کے سینے کا لہو ہے

ذرا حُر بن کے مر جانا تو سیکھو
اگر جینے کی دل میں آرزو ہے

بنا جو زینتِ رومالِ زہراؑ
وہ آنسو چشمِ تر کی آبرو ہے

وفا عباسؑ کے پرچم میں دیکھو
یہ آئینہ تمھارے روبرو ہے

جو زیرِ خنجرِ قاتل ادا ہو
وہ سجدہ دینِ حق کی آبرو ہے

ولائے آل ہو جس میں نہ پردیں
تباہی کا سبب وہ ہاؤ ہو ہے

سلام

حشر تک فکرِ بشر کی رہنمائی کے لیے
جادۂ شبیرؑ ہے عُقدہ کشائی کے لیے

زیرِ خنجر کیا جبیں سائی کی کر دی انتہا
کردگارِ عصر نے وعدہ وفائی کے لیے

اختصارِ زیست اُن کا ، انتہائے بندگی
ساکنانِ عرش ہیں جن کی گدائی کے لیے

کربلا دیتی رہے گی حشر تک درسِ حیات
کفر کے ماحول میں حق آشنائی کے لیے

رُک گئی نبضِ جہاں ، تھرائی روحِ کربلا
ماں کی طرح روئی ہیں زینب جو بھائی کے لیے

شام کے زنداں میں اب بھی گونجتی ہے ایک آہ
رو رہا ہے کوئی زندانی ، رہائی کے لیے

ہائے جب بیمار کی زنجیر نے ماتم کیا
بیڑیاں آگے بڑھیں نوحہ سرائی کے لیے

ہے شرف پروینؔ میرا ، میں ہوں اُس در کی کنیز
رفعتیں جھکتی ہیں جس در تک رسائی کے لیے

سلام

خوابِ ابراہیمؑ سے قربانیِ شبیرؑ تک
ہے تسلسل قصرِ الا اللہ کی تعمیر تک

کھینچ لایا ہے تبسم کی کماں کو تیر تک
آشنا ہے نشۂ پندار سے بے شیر تک

فکر کی بھی منزلوں تک آئے گا حُر کا شعور
پڑھ چکی چشمِ امامت لوح کی تحریر تک

بھر دیا اسلام کی رگ رگ میں خونِ انقلاب
کاٹ دی شہہؑ نے گلوئے خشک سے شمشیر تک

پیکرِ بیمار میں ہے ضبط کا کوہِ گراں
پائے جرأت چومتے ہیں حلقۂ زنجیر تک

سینۂ باطل سے ہو جائے گی جوئے خوں رواں
بڑھ گئے دستِ وفا گر قبضۂ شمشیر تک

بے کسی کے دشت میں گونجی جو ھل من کی صدا
جوش میں انگڑائیاں لینے لگا بے شیر تک

چشمِ مادر میں سمٹ آئی ہے نہرِ علقمہ
کھنچ گئی موجوں پہ ننھی پیاس کی تصویر تک

کربلا کا ذرہ ذرہ محترم ہونے کو ہے
عصر کا لمحہ گیا ہے مقتلِ شبیرؑ تک

سلام

کارِ تبلیغِ رسولؐ و انبیاؑ کا تذکرہ
تذکرہ اسلام کا ہے کربلا کا تذکرہ

حشر تک دونوں جہانوں کی جبینوں کا سلام
جب بھی ہوگا بندگی کی انتہا کا تذکرہ

ساحلِ تاریخ سے اک ایک موجِ ریگ تک
تشنگی کا ذکر ہے آبِ بقا کا تذکرہ

کھینچ کر ساحل پہ لایا جو سفینہ دین کا
خوں کے قلزم میں گھرے اس ناخدا کا تذکرہ

لذتِ غم سے کیا قلبِ بشر کو آشنا
ہر کمالِ غم میں ہے بس سیدۂ کا تذکرہ

طفلِ سروڑ جس عطش کے کرب میں تھے مبتلا
ہے لبِ تاریخ پر اُس ابتلاء کا تذکرہ

ہر صدی سُنتی رہے گی حشر تک سرخم کیے
مرضیِ حق اور بندے کی رضا کا تذکرہ

سلام

کثرتِ بے چہرگاں سے آشنائی کے لیے
ہیں بہتر آئنہ گر رہنمائی کے لیے

جس جگہ تاریخ کا رُخ موڑنے آئے حسینؑ
آسماں ہے وہ زمیں ساری خدائی کے لیے

جم گئی ہے تشنگی لب پر بہ یادِ تشنگاں
دجلۂ خوں چشم میں ہے غم نوائی کے لیے

آ گیا سر خم کیے جاں دادگانِ عشق تک
حُر، حصارِ بے یقینی سے رہائی کے لیے

ایک لمحے میں الٹ جاتی بساطِ کربلا
اذن گر عباسؑ کو ملتا لڑائی کے لیے

کشتیٔ دیں منتظر تھی حلقۂ گرداب میں
آلِ احمدؐ کے کمالِ ناخدائی کے لیے

خوں کے قلزم سے گزر کے آئی ہیں بنتِ علیؑ
شام کے دربار میں شعلہ نوائی کے لیے

آئیں گے میری لحد میں، ہے مجھے پر ویں یقیں
مجھ سے پہلے میرے مولا پیشوائی کے لیے

سلام

حفظِ دیں بکھری ہوئی دنیا کے بیچ
قصر کی تعمیر ہے صحرا کے بیچ

کیا سمجھ پائیں گے کیا ہے کربلا
وہ کہ جو اُلجھے ہیں کیوں اور کیا کے بیچ

مستقل اک خوں کا دریا ہے رواں
قلبِ زینب اور دلِ زہراؑ کے بیچ

غیرتِ عباسؑ مانع ہو گئی
ورنہ کیا تھا پیاس اور دریا کے بیچ

اس دیے سے اب بھی لرزاں ہے ہوا
بُجھ کے جو روشن ہوا صحرا کے بیچ

یا شہِ دیں رہنمائی کیجیے
میں کھڑی ہوں دین اور دنیا کے بیچ

سلام

ہیں گُل خدائی کے مختار شاہِ خیبر گیر
کوئی خدائے شہادت نہیں بجز شبیرؑ

گواہی دیتی ہے یہ سر زمینِ کرب و بلا
ہوئی ہے خونِ شہیداں سے دین کی تعمیر

نمازِ عشق ادا ہو رہی ہے وقتِ عصر
وضو کے واسطے ہے خونِ اصغرِ بے شیر

یہ پائے صبر براہیمؑ میں جو لرزش ہے
یہی ہے سینۂ اکبرؑ کے درد کی تاثیر

حسینؑ سجدۂ شکرِ خدا میں کہتے ہیں
خدایا ، آخری فدیہ ہے میرا ماہِ منیر

غمِ حسینؑ نے اتنا عروج بخشا ہے
ہم ان کے ذکر سے کرتے ہیں رنج و غم تسخیر

یہ قلبِ دشت میں دھڑکن اسی لہو سے ہے
کہ جس لہو نے بدل دی ہے خاک کی تاثیر

سلام

کشتِ غمِ شبیرؑ ہے شاداب ابھی تک
قرآں کا بھرم دیں کی تب و تاب ابھی تک

صحرا سے گزر ہو تو لرزتی ہیں ہوائیں
اک تشنگی روتی ہے سرِ آب ابھی تک

برسا تھا جہاں ٹوٹ کے کل ابر وہیں پر
موجود ہے اک پیاس کا گرداب ابھی تک

جس باب میں تحریر ہے اک قتل کا محضر
شرمندہ ہے تاریخ کا وہ باب ابھی تک

ہر روز ہے اک حشر بپا مقتلِ جاں میں
رکھا نہ بجز غم کوئی اسباب ابھی تک

جس خاک پہ ڈوبا تھا وہ خورشیدِ امامت
وہ خاک تو ہے سرمۂ مہتاب ابھی تک

کل اشک کی صورت جو بہا چشمِ الم سے
ہے رزقِ بصارت وہی سیلاب ابھی تک

مر جاتے ہیں ہم بیعتِ باطل نہیں کرتے
بھولے نہیں اسلاف کے آداب ابھی تک

پروینؔ اُلٹ دیتے ہیں ہم لمحوں میں صدیاں
ہم ہی سے ہے مقتل کی تب و تاب ابھی تک

سلام

یاد ہیں وہ ستم شمرِ بد انجام ہنوز
خوں رلاتا ہے مجھے عصر کا ہنگام ہنوز

جس جگہ خیمے جلے تھے مرے صدیوں پہلے
دشت کا دشت سلگتا ہے سرِ شام ہنوز

دینِ احمدؐ کو ملی اس سے حیاتِ ابدی
خونِ شبیرؑ ہے سرنامۂ اسلام ہنوز

راکھ خیمے ہوئے تو جل اُٹھے زخموں کے چراغ
صبح آثار غریبوں کی ہے وہ شام ہنوز

تشنگی نے سرِ مقتل جو لہو سے لکھا
گونجتا ہے سرِ ہستی وہی پیغام ہنوز

کتنی صدیاں ہوئیں صحرا کو اُداسی اوڑھے
خاک گریاں ہے بگولوں میں ہے کہرام ہنوز

دستکیں دیتی ہے ہر شام درِ دل پہ اک آہ
ہے تصور میں وہ ظلمت کدۂ شام ہنوز

ظلمتیں کیا اثر انداز ہوں ہم پہ، پروین
ضوفشاں لب پہ ہے شبیرؑ ترا نام ہنوز

سلام

وارثہ دارِ آیۂ تطہیر زینبؑ اور حسینؑ
منتہائے عزت و توقیر زینبؑ اور حسینؑ

جو دعا بن کر اُٹھی قلبِ خلیل اللہ سے
اُس اذانِ حق کی ہیں تکبیر زینبؑ اور حسینؑ

ان کے قلبِ مطمئن کو دیکھ کر کہتا ہے ظلم
صبر ہے بس آپ کی جاگیر زینبؑ اور حسینؑ

ہیں یہی تقویٰ کا مرکز اور ایماں کی اساس
دیں کی شان اسلام کی توقیر زینبؑ اور حسینؑ

جزو ہیں قرآن کا روحِ عبادت کی قسم
ہیں کتاب اللہ کی تفسیر زینبؑ اور حسینؑ

کھود ڈالی ظلم کی بنیاد ضرب آہ سے
قطع استبداد کی شمشیر زینبؑ اور حسینؑ

خواب اک دیکھا تھا جو چشمِ خلیل اللہ نے
ہیں اُسی کی معنوی تعبیر زینبؑ اور حسینؑ

ارتقاء کی منزلِ آخر پہ حُر بھی آئے گا
پڑھ چکے تھے یہ خطِ تقدیر زینبؑ اور حسینؑ

ظلم کی شہہ رگ کو کاٹا صبر کی تلوار سے
دستِ باطل کے لیے زنجیر زینبؑ اور حسینؑ

سلام

حسینؑ حق کی ضیاء بزمِ کبریا کا چراغ
یہی چراغ ہے اسلام کی بقا کا چراغ

کچھ اس ادا سے ہوائے غمِ حسینؑ چلی
کہ طاقِ جاں میں فروزاں ہوا دعا کا چراغ

زمیں کو عرشِ معلّٰی کی رفعتیں بخشیں
جلا جو سینۂ صحرا پہ سیدہؑ کا چراغ

حسینؑ نقطۂ ایماں حسینؑ حرفِ یقیں
حسینؑ عظمتِ کردارِ مصطفیٰؐ کا چراغ

صدی صدی کی گزر گاہ کر گیا روشن
جلا کے قافلہ سالار ، نقشِ پا کا چراغ

ہوئی ہے لرزہ بر اندام کفر کی آندھی
کہ ہے حسینؑ کا سینہ سپر وفا کا چراغ

بجھا سکے تو بجھا اے ہوائے جبر اسے
فصیلِ وقت پہ روشن ہے کربلا کا چراغ

کہا یہ قبرِ سکینہ پہ رو کے زینبؑ نے
گُل آج ہو گیا شبیرؑ کی دعا کا چراغ

غرورِ کج کُلہی اس کی لَو سے جل اُٹھا
جلا جو شام میں زینب تری نوا کا چراغ

ہے آبروئے جہانِ سجود اے پروینؔ
بس ایک سجدۂ شبیر کی ادا کا چراغ

سلام

صد حیف مورخ کو نہ تھی راس حقیقت
لکھی ہے لہو نے سرِ قرطاس حقیقت

دامن میں سمیٹے رہوں شیرازۂ غم کو
مجھ کو ہو عطا خلعتِ احساس حقیقت

گہہ لب پہ درود اور کبھی شکر خدا تھا
تھی مالکِ تسنیم تری پیاس حقیقت

اک تشنگی روتی رہی سائے میں علم کے
تکتی رہی دریا کو ، بہ صد یاس حقیقت

جعفر کا حشم اور جلالت میں علیؑ ہو
حیدر کے اسی خواب کی عباسؑ حقیقت

وہ جوش کہ جو ضبط کی معراج تک آیا
عباسؑ کو پیمان کا تھا پاس حقیقت

یہ سوچ کہ وہ شیر ترائی سے نہ آیا
ٹوٹے نہ سکینہ کی کہیں آس حقیقت

آمادۂ شب خون ہیں خدایانِ زمیں زاد
کوفے کی ہے ہر شہر میں بُو باس حقیقت

عباسؑ کے پرچم ترے پنجے میں جڑی ہے
اک مشک کہ ہے صورتِ الماس حقیقت

سلام

اشکِ غم سے وضو کر رہے ہیں
آنکھ کو ہم لہو کر رہے ہیں

نم ہو احساس کا خشک صحرا
تشنگی آب جو کر رہے ہیں

اشک میں گھول کر غم کی سرخی
کربلا کو سبو کر رہے ہیں

ہیں گہن میں مگر، سر کے سورج
روشنی چار سو کر رہے ہیں

سر قلم ہے پہ نوکِ سناں پر
شاہِ دیں گفتگو کر رہے ہیں

حجرۂ غم میں مجبور قیدی
زخمِ جاں کو رفو کر رہے ہیں

دشتِ غربت میں ہیں یہ مسافر
لوگ کیوں ہاؤ ہو کر رہے ہیں

کرب کو سینچتے ہیں لہو سے
درد و غم کی نمو کر رہے ہیں

سلام

وجہِ تخلیقِ کائنات ہے کون
بجز محمدؐ پسِ حیات ہے کون

کس سے ملنا خدا سے ملنا ہے
اور آئینۂ صفات ہے کون

صلح ہو ، جنگ یا شبِ ہجرت
ہیں علیؑ اور دیں کے ساتھ ہے کون

فاتحِ دل وصیِ ختم رسل
اس قدر محرمِ صفات ہے کون

حق ادا کر دیا امامت کا
جُز حسینؑ اور عینِ ذات ہے کون

اس نے جھیلے ہیں غم قیامت کے
اس سوا غم کی کائنات ہے کون

جُز علیؑ انتہائے عشق ہے کیا
اور سرمایۂ حیات ہے کون

آ گئی شامِ غم غریبوں کی
دیکھیے وقفِ حادثات ہے کون

کربلا سانحہ ہے اس سے سوا
ظلم ہستی کی واردات ہے کون

ہائے خیمے جلا رہے ہیں لعیں
کس سے شکوہ ہو ایسی ذات ہے کون

کون پُرساں ہے اب غریبوں کا
کون آئے گا اب حیات ہے کون

اب سکینہ یتیم ہو گئی ہے
اس کے سر پہ رکھے جو ہات ہے کون

صبح نیزے پہ کس کا سر ہوگا
دین کی صورتِ حیات ہے کون

نصب پانی پہ ہے علم کس کا
آج بھی مالکِ فرات ہے کون

بنتِ زہرۃ کی عظمتوں کو سلام
مجُو ترے صاحبِ صفات ہے کون

اب ہیں سجاد قافلہ سالار
اس قدر صاحبِ ثبات ہے کون

حاصلِ کُن ہیں وجہِ کن فیکوں
دین کی صورتِ حیات ہے کون

کس نے معراج دی شہادت کو
اور مختارِ شش جہات ہے کون

سلام

تاحدِ دشت سکوں پاش صداؤں کے زخم
مندمل ہو نہ سکے درد سراؤں کے زخم

سینۂ ظلم پہ اب شام قیامت تک ہیں
رسن و طوق و سلاسل کی نواؤں کے زخم

ایک اک سانس سے رستے رہے تا شامِ زیست
قلبِ عابدؑ سے خدایانِ جفاؤں کے زخم

آتشِ غم، تری سوزش سے سُلگ اٹھتے ہیں
درد کے شور میں خاموش فغاؤں کے زخم

خوں بہ دل محوِ فغاں، درد بہ جاں آہ بہ لب
جاں بہ لب بچوں کو تکتی ہوئی ان ماؤں کے زخم

ثبت ہیں روح پہ شب گیر مناجاتوں کے دکھ
لبِ صغرا پہ ہیں کچھ ٹوٹی دعاؤں کے زخم

اب بھی آلامِ اسیری لیے زندان میں ہے
اب بھی ہر شام سلگتے ہیں جفاؤں کے زخم

گونجتی ہے سرِ زندان سکینہ تری آہ
بھر نہ پائے تری ناگفتہ صداؤں کے زخم

غدیر

جس جا ہے پیمبرؐ کا وصی حق بھی وہاں ہے
ہے آخری حج اور شہ کون و مکاں ہے
اک جشن ہے جو منبر پالاں سے عیاں ہے
الفاظ خدا کے ہیں پیمبرؐ کا بیاں ہے

یہ منزلِ بلّغ ہے عجب شان عیاں ہے
ہر لفظ پیمبرؐ کا یہاں فیض رساں ہے

مِن بَعدِ اِلیٰ رَبِّکَ فَرغب کی ندائیں
اور نورِ علیؑ نورِ محمدؐ کی ضیائیں
منصب کے لیے عرش سے آتی ہیں صدائیں
مجمع کے لیے حکم کہ اک جا سمٹ آئیں

اعلانِ ولایت ہے فضیلت ہے عطا ہے
اللہ کے بندوں پہ یہ رحمت کی گھٹا ہے

میداں میں رسالت نے امامت کو اٹھایا
یہ نفسِ محمدؐ ہے زمانے کو بتایا
کونین کا مولا مرے مولا کو بنایا
پردہ کہ جو اذہان پہ تھا اس کو اٹھایا

نعمت سے ہوا کارِ رسالتؐ کا سویرا
باندھا گیا پھر دین کی تکمیل کا سہرہ

یہ اوج و شرف دہر میں حیدرؑ کے لیے
یہ تاجِ سلونی بھی اسی سر کے لیے
سیرت میں نبوت اسی پیکر کے لیے ہے
"مولا کا لقب" نفسِ پیمبر کے لیے ہے

ایمان میں کامل ہے یہی عقدہ کشا ہے
اس نام سے ہی دینِ پیمبرؐ کی بقا ہے

اے صلِ علیٰ دین کی تکمیل مبارک
اے ختم رسلؐ امر کی تعمیل مبارک
ہم نفسِ نبیؐ نفس کی تکمیل مبارک
اک نور کی اک نور میں تحلیل مبارک

یہ اسم عبادت ہے یہی ذکر عبادت
پروینؔ ابد گیر ہے حیدر کی امامت

سلام

قرضِ دل لکھتے ہیں بر نامۂ جاں لکھتے ہیں
اہلِ احساس ترے غم کو جہاں لکھتے ہیں

کیا کوئی بحر بجھا پائے گا ان لوگوں کی پیاس
تشنگی کو جو سرِ آب رواں لکھتے ہیں

عالمِ وجد میں تقدیس و ثنائے شبیرؑ
کوئی لکھواتا ہے ہم لوگ کہاں لکھتے ہیں

اپنے دکھ کو بھی خاطر میں نہیں لاتے ہم
کربلا تجھ کو سرِ محضرِ جاں لکھتے ہیں

تشنگی روح کی ہر عہد کی بنیاد میں ہے
اس لیے لوگ غمِ تشنہ دہاں لکھتے ہیں

بے ارادہ نہیں لکھتے ہیں صدائے زنجیر
ذکر عابدؑ کا ہو مقصود ، وہاں لکھتے ہیں

منتشر رشتۂ احساس کی سیرابی کو
تیرا غم لکھتے ہیں اور غم کو اماں لکھتے ہیں

جب بھی کُھل پائی ہے زنداں کی اداسی پر ہم
سرِ تحریر سکینہ کا بیاں لکھتے ہیں

ظالمِ وقت کو لکھتے ہیں یزیدِ دوراں
اس طرح ظلم کو بے نام و نشاں لکھتے ہیں

جب سے "لاینحصرنا" فکر کی میراث بنا
ہم ہر اک عہد کو بے مہر و اماں لکھتے ہیں

سفرِ سیدِ سجادؑ کو لکھتے لکھتے
آنکھ بھر آئی جو بے تاب و تواں لکھتے ہیں

جب کھلی ظلمتِ زنداں تو ہر اک عہد کے لوگ
قصۂ درد بہ صد آہ و فغاں لکھتے ہیں

زیست کر لیتے ہیں سائے میں علم کے پروینؔ
فرشِ مجلس کو بھی ہم جائے اماں لکھتے ہیں

سلام

طالبِ جامۂ ستنیر غنچہ و گلبدن لہو
زیرِ قدوم تشنہ گاں موت کا پیرہن لہو

فکرِ یزیدیت عناد ذہن و نگاہ میں تضاد
شیوۂ اہلِ درد سے سینۂ اہرمن لہو

وہم و گماں کے پیچ و خم اور اسیر شہرِ غم
پیش و پسِ نگاہ ہے زیست کا ہر چلن لہو

قاطعِ ظلم و جبر ہے یہ تو خدائے صبر ہے
ریگِ تپاں پہ بے کفن لاشۂ کشتہ تن لہو

دل زدگاں کا قافلہ چہروں پہ خاکِ کربلا
پوششِ کشتگاں کجا چادر و پیرہن لہو

ضبطِ فغاں بہ ہر نفس حدِّ نظر پہ ہے قفس
خاورِ دشتِ کربلا تیری کرن کرن لہو

نقش سے قلبِ وقت پر شام الم ترا سکوت
ذرۂ ریگِ دشت کے سینے میں ہے چبھن لہو

صبرِ مریضِ نیم جاں ضبطِ امیر کارواں
قلبِ امام ہے فگار ہے روحِ پنجتن لہو

دست قضا کا اضطراب قلبِ پدر کا التہاب
لختِ دلِ رباب کا ہو گیا بانکپن لہو

لب پر حدیثِ تشنگاں دیدۂ گل سے خوں رواں
بادِ خزاں نے کر دیا ایک بھرا چمن لہو

چارہ گرانِ زخم جاں سوزِ دروں سے نیم جاں
موجۂ بحر مضطرب پیاس بہ صد محن لہو

جلمۂ حرف تار تار پیکر فکر زخم بار
کرب و بلا کے باب میں درد کی انجمن لہو

ظلمتِ جہلِ وقت نے ڈھا دی فصیلِ قصرِ صبح
گل ہوئی شمع انجمن ہو گیا ہر سخن لہو

اہلِ طلب کا کارواں جادۂ صبر پہ رواں
گریہ کناں تھیں بیڑیاں روتی رہی رسن لہو

باطل و حق کے درمیاں گاہ بہ گاہ امتحاں
راہ روانِ عشق کا ہو تار ہا بدن لہو

لمحہ بہ لمحہ دم بہ دم لکھے گئے ہیں رنج و غم
صفحۂ ذکر خونچکاں لفظوں کا پیرہن لہو

☆

سبیلِ چشم نے یہ اہتمام رکھے تھے
بہ یادِ تشنگی اشکوں کے جام رکھے تھے
سلام ہو تجھے اے خاکِ کربلا تو نے
بُریدہ جسم بہ صد احترام رکھے تھے

سلام

کھلا تھا دین کا سارا نصاب صحرا پر
لہو نے لکھی تھی ایسی کتاب صحرا پر

یہیں پہ خوابِ براہیم کو ملی تعبیر
بکھر کے رہ گئے باطل کے خواب صحرا پر

وہ معرکہ نہ تھا شہزادگانِ وقت کے بیچ
کیا تھا خیر نے شر کا حساب صحرا پر

بہن کو کرنا تھی تسخیرِ شام و کوفہ کی
امام کی نگہہِ انتخاب صحرا پر

سلام بھیجئے زہراؑ پہ جن کے گلشن کے
بکھر کے رہ گئے سارے گلاب صحرا پر

یزیدِ وقت کو اس کے سوالِ بیعت کا
امامِ وقت نے لکھا جواب صحرا پر

سلام حُر تجھے، سید کی دیں پناہی میں
حضورِ حق تو ہوا باریاب صحرا پر

بہ نامِ حضرتِ شبیر اب بھی آتے ہیں
عقیدتوں کے اُمنڈتے سحاب صحرا پر

سلام

مرہمِ قلبِ جہانِ رنگ و بو ذکرِ حسین
چاکِ ہستی کے لیے مثلِ رفو ذکرِ حسین--

وسعتِ دشتِ الم سے وسعتِ کونین تک
منظرِ ہستی جہانِ گفتگو ذکرِ حسین

عظمتِ ختمِ رسل فرمانِ رب العالمین
اس تسلسل میں ہے جاری سو بہ سو ذکرِ حسین

ہر نفس پیمانِ ہستی کے تسلسل کا نشاں
اور ہستی میں نفس کی آرزو ذکرِ حسین

جہدِ حق کا کارواں جاری ہے اس کے فیض سے
شہ رگِ ہستی میں ہے مثلِ لہو ذکرِ حسین

کوندتی ہیں بجلیاں ہر آن جلتے ہیں چراغ
ظلمتِ آفاق میں ہے برقِ خو ذکرِ حسین

مندمل ہو جائیں شاید سیدہ کے زخمِ دل
کیجیے لمحہ بہ لمحہ کو بہ کو ذکرِ حسین

غم کی عظمت سے جو واقف ہیں انہیں معلوم ہے
زندگی اور زندگی کی آبرو ذکرِ حسین

سلام

عبد و معبود میں گر عہدِ وفا ہو جائے
منکشف دہر پہ پھر رمزِ بقا ہو جائے

جادۂ عشق سے گزریں جو بہ اندازِ حسینؑ
کربلا منزلِ اربابِ وفا ہو جائے

کیسے ہو پائے گی تبلیغ رسالت ممکن
نفس گر نفسِ پیمبرؐ سے جدا ہو جائے

ربط ٹوٹے نہ کبھی فرشِ عزا سے میرا
یہ شرف گر مرے مولا کی عطا ہو جائے

یہ ترے خون کی تاثیر ہے ابن حیدرؑ
ورنہ ممکن نہیں مٹی میں شفا ہو جائے

اس کے رتبے کی بلندی کو کوئی کیا سمجھے
وہ جو انسان شہادت کا خدا ہو جائے

بنت زہرہ کی دعا رات نہ ڈھلنے پائے
ہائے ایسے میں درِ صبح جو وا ہو جائے

جز غمِ شاہ نہیں کچھ مرا سرمایۂ جاں
قرضِ دل مجلس و ماتم سے ادا ہو جائے

سلام

جز صبر کے کچھ بھی نہ رکھا زادِ سفر میں
آئی ہے رہ کرب و بلا راہگزر میں

جس فرش پہ ہوتی ہے بپا مجلس شبیر
اس فرش کی قیمت ہے مشیت کی نظر میں

سرگرم سفر زیست ہے حلقے میں اجل کے
اب دینِ محمدؐ کی حفاظت ہے نظر میں

مقتل کی طرف صورت جعفر ہی چلے ہیں
زینب کے پسر ماں کی دعاؤں کی سپر میں

اسلام کی آواز پہ آیا بچے امداد
وہ قافلۂ نور ابھی تک ہے سفر میں

جب آتے تھے عابد کو شہیدانِ وفا یاد
اک حشر سا ہوتا تھا بپا قلب و جگر میں

ہر ایک صدی سازشِ کفار کے باوصف
ہم لوگ ہیں زہرا کی دعاؤں کے اثر میں

مصرف ہو مری زیست کا بس مجلس و ماتم
سودائے شہادت رہے پروین مرے سر میں

سلام

مرقّع، موٗ قلم، کارِ ہنر تخئیل روشن
سرِ آغاز کُن ہے نورِ کی تشکیل روشن

بہ فیضِ کربلا ہے قوتِ تخئیل روشن
سلامی کو ہوئی ہے حرف کی قندیل روشن

مصلّٰی، ذکر رب، تسبیح اور تحلیل روشن
بجھے خیموں نے کی اسلام کی تشکیل روشن

حسّن کی صلح سے حدِّ مصافِ کربلا تک
تھی اک اجمال میں ہی دین کی تفصیل روشن

بتانا تھا یہی ہیں وارثِ میراثِ کلمہ
سناں کی نوک پہ سر صورتِ ترتیل روشن

میانِ حضرت عباس و اکبر اور پیمبر
جمال و حسن و زیبائی کی ہے تمثیل روشن

ادھر تھی طاقت و کثرت اساس دیں کے درپے
ادھر قلت نے کی اسلام کی تشکیل روشن

بقائے دین کی خاطر تھی میرِ حق کی ہجرت
سو تھی اس عہد کی تکمیل میں تعجیل روشن

کبھی جو چشم ابراہیم نے دیکھا تھا اک خواب
ہوئی اک دشت میں اس خواب کی تکمیل روشن

وہ جس نے کردیا معیار سقائی کو قائم
انہیں قدموں میں آبِ سرد کی ہے جھیل روشن

زمیں کو تنگ کر ڈالا خدایانِ زمیں نے
خداوندا تو کردے صورِ اسرافیل روشن

سلام

برائے عہدِ شہادت حیات ٹھکرا کر
چلے حسین رہِ کائنات ٹھکرا کر

جنہیں نصیب نہیں اہل بیت سے نسبت
بھٹک رہے ہیں وہ درسِ حیات ٹھکرا کر

حسینؑ فخر شہادت ہوئے سر عالم
یزیدیت کی حدِ ممکنات ٹھکرا کر

حسین دیتے ہیں رحمت کی ہر طلب کو عطا
حسابِ منصب و ذات و صفات ٹھکرا کر

یہ معرکہ حق و باطل کے درمیاں ہے بپا
بتایا پیاس نے نہر فرات ٹھکرا کر

چلے ہیں ساتھ ضمیرِ حسین کے محرم
رضائے رب کے لیے کائنات ٹھکرا کر

سفینہ دین کا گرداب سے نکال لیا
مرے امام نے باطل کی بات ٹھکرا کر

یزیدِ عصر کے ہاتھوں سے چھینتے ہیں عناں
ہم اپنی راہ کے سب حادثات ٹھکرا کر

ایوانِ منقبت

منقبت حضرت علیؑ

علیؑ کے نام نے سب کو ملا ہے خیر کثیر
ہیں ایک عمر سے سب اس کی انجمن کے اسیر

اسی کے ذکر سے ہے زندگی میں کسب کمال
سخن میں میرے اسی کے کرم سے ہے تاثیر

اسی کا ذکر ہے کیفیتِ حیات کا نام
اسی کی نہجِ بلاغت ہے علم کی تفسیر

وہی تو عکس ہے آئینۂ رسالتؐ کا
وہ عکس جس سے ہوئے فکر کے جہاں تعمیر

اسی نے ہم کو بتایا کہ کارِ دنیا میں
جو پُر خلوص ہے اس کے لیے ہے دار و گیر

بیاں ہے اس کا کہ، رزمِ جہاں میں ہے تنہا
ہر ایک فرد کہ جاگا ہوا ہے جس کا ضمیر

ہم اور تم جو مبارز طلب ہیں ہستی میں
اسی کا فیضِ نظر ہے یہ ناخنِ تدبیر

محاذِ وقت پہ وہ ہر نفس رہا تنہا
کُھلا کہ ہے غمِ تنہائی سرِ عالم گیر

اسی کی فکر سے روشن تھا دیں نبیؐ کے بعد
وہی تھا زیست میں تا عمر کارِ حق کا مشیر

ہے اس کے حق خلافت کی بحث ہی بیکار
کہاں سقیفہ ، کہاں علم و فکر کی جاگیر

عجیب شخص تھا نانِ جویں سے خیبر تک
عجیب طرح سے کرتا تھا مغز کی تسخیر

میں مدح خواں بھی ہوں پروینِ حیدری بھی ہوں
سو، مجھ کو خُلد میں لے جائیں گے جنابِ امیر

منقبت فاطمہ زہراؑ

جانِ احمدؐ شانِ داور فاطمہؑ
مریمؑ و سارا سے برتر فاطمہؑ

سورۂ کوثر میں کوثر فاطمہؑ
ایک کوزے میں سمندر فاطمہؑ

بائے بسم اللہ کا نقطہ علیؑ
اور اس نقطے کا محور فاطمہؑ

فاطمہؑ بنتِ نبیؐ ، زہراؑ ، بتولؑ
سیدہ خاتونِ محشر فاطمہؑ

جن سے قائم ہے نظامِ کائنات
مصطفٰیؐ ، حسنینؑ حیدرؑ فاطمہؑ

ہیں سکونِ دل علیؑ کے واسطے
راحتِ قلبِ پیمبرؐ فاطمہؑ

ہو گئے روشن حرم کے بام و در
جلوۂ محراب و منبر فاطمہؑ

جس کے پس منظر میں ہیں گیارہ امامؑ
ہیں ہدایت کا وہ منظر فاطمہؑ

آج تک روشن ہیں عصمت کے چراغ
آپ کے نقشِ قدم پر فاطمہؑ

خاک کے ذرّے مہ و اختر بنے
آپ کی دہلیز چھو کر فاطمہؑ

ہو جو تقسیمِ وراثت کا سوال
یاد آ جاتی ہیں اکثر فاطمہؑ

مول لے لیتے ہیں جنت اہلِ حق
آپ کی تسبیح پڑھ کر فاطمہؑ

ہر نفس اپنا درود اپنا سلام
بر محمدؐ ، بر علیؑ ، بر فاطمہؑ

ہے یقیں میری مدد کو قبر میں
آئیں گی پروینؔ حیدر فاطمہؑ

ہم منقبتِ خوانِ بتول

ہم کنیزِ پنجتنؑ ہیں ہم کنیزانِ بتولؑ
اے زہے عز و شرف ہم منقبت خوانِ بتولؑ

آیۂ تطہیر ان کے واسطے نازل ہوئی
اس سے بڑھ کر اور ہو سکتی ہے کیا شانِ بتولؑ

صاحبِ معراجؐ نے اُٹھ کر انھیں تعظیم دی
ناشناسِ شانِ زہراؑ دیکھ لے شانِ بتولؑ

اے خوشا وہ آنکھ جو دیکھے مقامِ سیدہؑ
اے خوشا وہ دل کہ جس دل میں ہو عرفانِ بتولؑ

مالک و خاتونِ جنت کی قناعت مرحبا
ایک بستر ایک چکی یہ ہے سامانِ بتولؑ

اس کی رگ رگ میں رواں ہے ان کے بچوں کا لہو
بھول سکتا ہی نہیں اسلام احسانِ بتولؑ

خلق میں، ایمان میں، ایثار میں، کردار میں
ہے مماثل شانِ پیغمبرؐ کے ہی شانِ بتولؑ

اب مجھے روزِ جزا کا خوف ہو پروینؔ کیوں
آ گیا ہے جب مرے ہاتھوں میں دامانِ بتولؑ

منقبت امام حسنؑ

حسنؑ کی مدح اور میری زباں ہے
اے جبریلِ سخن یہ امتحاں ہے

زمینِ فکر مثلِ آسماں ہے
قلم قرطاس پر سجدہ کناں ہے

یہ جو نورِ ازل کی کہکشاں ہے
ردائے سیدہؑ میں ضوفشاں ہے

مبارک مالکِ کوثر مبارک
یہ نو مولود سردارِ جناں ہے

تکلم جن کا قرآنِ یقیں ہے
قلم ان کی قلمرو میں رواں ہے

حسینؑ آئینۂ اوصافِ حیدرؓ
حسنؑ میں خُلق کا جوہر عیاں ہے

نہیں دِکھتا ہے حُسنِ صلح جس کو
ہے زنگ اس آئینے میں یہ عیاں ہے

یہ صلح ہی ہے شکستِ زعمِ باطل
یہ صلح ہی حفظِ دیں کی داستاں ہے

یہ صلح ہے مقصدِ تطہیرِ کعبہ
وقار اسلام کا اس میں نہاں ہے

جہادِ نفس و ضبطِ غم کی منزل
حسنؑ کا ہر نفس اک امتحاں ہے

غرورِ خسروی جو راکھ کر دے
وہ بابِ علم کے گھر کی زباں ہے

منقبت امام حسینؑ

کمالِ عصمتِ کردار ہے جہاں ہیں حسینؑ
نمازِ عشق ہیں آوازۂ اذاں ہیں حسینؑ
حدیثِ درد ہیں اک غم کی داستاں ہیں حسینؑ
ہجومِ کرب میں بھی صبرِ بیکراں ہیں حسینؑ
گلے سے ہنس کے لگائی ہے دھار خنجر کی
کوئی مثال زمانے میں مل نہیں سکتی

مقامِ نوعِ بشر کو کمال دے ، وہ حسینؑ
فنا، حیات کے سانچے میں ڈھال دے وہ حسینؑ
خدا کے دین کو جو اپنے لال دے وہ حسینؑ
جو دستِ صبر سے برچھی نکال دے وہ حسینؑ
خدا نے اس کو مدد کے لیے پکارا ہے
ہر انقلاب کا یہ نام استعارہ ہے
شبِ گماں کو یقینِ سحر دیا جس نے
لہو کا رنگ عبادت میں بھر دیا جس نے
لرزتے ہاتھوں سے ننھا پسر دیا جس نے
برائے نذر خود اپنا بھی سر دیا جس نے
جنابِ اکبرؑ و عباسؑ کی جوانی دی
قضا کے ہاتھ میں قاسمؑ کی زندگانی دی
عجیب درد ہے پیاسوں کی اس کہانی میں
لگی ہوئی ہے ابھی تک اک آگ پانی میں
اُٹھا نہ پائے کوئی ساری زندگانی میں
وہ غم حسینؑ اُٹھاتے ہیں ناتوانی میں
ستم کی زد پہ رکھا ظلم ڈھائے اعدا نے
اسی غریب کے خیمے جلائے اعدا نے

منقبت حضرت عباسؑ

یوں تو ممکن ہی نہ تھی مجھ سے ثنائے عباسؑ
چوم کر آئی ہوں نقشِ کفِ پائے عباسؑ

جب کبھی بزم میں ہوتی ہیں وفا کی باتیں
لب پہ بے ساختہ آتی ہے وفائے عباسؑ

ڈوبنے والو، کہاں جاتے ہو ساحل پہ چلو
پاسباں کون ہمارا ہے سوائے عباسؑ

ہو مشیت کا اشارہ تو خدا شاہد ہے
ایک آواز میں مُردوں کو جِلائے عباسؑ

آج بھی شہپرِ جبریلِ امیں کانپتے ہیں
نہر پہ یاد جو آتی ہے وغائے عباسؑ

روحِ انساں کا شرف اپنے خد و خال میں تھا
سارے اوصافِ علیؑ آپ میں آئے عباسؑ

منزلِ ختمِ رسلؐ نفسِ پیمبرؐ سمجھے
کون سمجھا ہے امامت کو سوائے عباسؑ

نہ بڑھے شانِ وفا حدِ شجاعت سے کہیں
روزِ عاشور کہیں غیظ نہ آئے عباسؑ

جان شبیرؑ کے قدموں پہ نچھاور کر کے
خوش ہوئے ایسے کہ پھولوں نہ سمائے عباسؑ

کربلا ہو کہ نجف میرے لیے یکساں ہے
سر میں سودائے علیؑ دل میں ولائے عباسؑ

"امام زمانہ"

عجل اللہ فرجک

خدا کا شکر کہ ہیں میر کارواں صاحبؑ
نجیر روزِ ازل حق کے پاسباں صاحبؑ

اب آیئے کہ زمانہ ہے منتظر کب سے
اب آپ ہی تو خدائی کا ہیں نشاں صاحبؑ

جگائیں آ کے زمانے کو خوابِ غفلت سے
جو آپ آئیں تو آئے گی جاں میں جاں صاحبؑ

خدا کے واسطے پردے کو اب اُٹھا دیجے
اُٹھی ہیں کفر کی ہر سمت آندھیاں صاحبؑ

کھڑی ہوں وقت کے ہمت شکن دوراہے پر
امامِ عصر ، مرے صاحبِ زماں صاحبؑ

اک انتظارِ مسلسل میں ڈھل گئیں آنکھیں
نہ چین دن میں ہے شب کو نہیں اماں صاحبؑ

وہ کربلا ہو کہ مشہد کہ سامرہ و نجف
جبینِ وقت ہے صدیوں سے خم وہاں صاحبؑ

منقبت

نفسِ جعفر، نطقِ داور مرضیِ یزداں ہے کون
منزلِ توقیر میں ہم رتبۂ قرآں ہے کون

چھیڑ دیجیے بزم میں ذکرِ علیؑ اور دیکھیے
صاحبانِ بے یقیں اور صاحبِ ایقاں ہے کون

ہاتھ جب پردے سے نکلا تب محمدؐ پر کھلا
جوہرِ آئینہ ہے آئینۂ یزداں ہے کون

کیا خبر تھی آ چکا ہے کوئی پہلے بھی یہاں
کیا خبر تھی پردۂ معراج میں پنہاں ہے کون

میزباں کو ایک گھر درکار تھا اس شان کا
خود پکار اٹھے وہ رنگِ بام و در مہماں ہے کون

خانۂ زہراؑ میں صدیوں سے بچھا ہے فرشِ غم
مجز اک اجڑی ماتا کے آج بھی گریاں ہے کون

اک بریدہ سر نے بتلایا سر نوکِ سناں
معنیِ قرآں اساسِ آیۂ قرآں ہے کون

کاردارِ کُن ہے نُورِ دیدۂ ایماں ہے کون
کس کی جاں ہے مصطفیٰؐ اور مصطفیٰؐ کی جاں ہے کون

جانتی ہے باقیاتِ جنگِ صفین و جمل
سینۂ باطل میں اب تک صورتِ پیکاں ہے کون

معترف اللہ ہے کس عصمت کردار کا
آیۂ تطہیر میں تطہیر کا عنواں ہے کون

دے گی شامِ ظلم کا صبح عدالت فیصلہ
لائقِ صد اقتدار و وارثِ ایماں ہے کون

آگئی وقتِ شہادت مقتل شبیرؑ میں
سر برہنہ خاک برسر دیکھیے یہ ماں ہے کون

خانۂ حیدرؑ سے اب تک منحرف ہیں کون لوگ
دہر میں اسمِ علی سے آج بھی لرزاں ہے کون

کاش میں پروینؔ میثم کی طرح مدحت کروں
اور ممدوحِ خدا پوچھیں یہ مدحت خواں ہے کون

ابوطالبؑ

اللہ رے ایقان و ایمانِ ابوطالبؑ
ہے کفر کے سینے میں پیکانِ ابوطالبؑ

ہو ذوق تولّٰی کی پہچان مناقب سے
ہر لفظ ہو مدحت کا شایانِ ابوطالبؑ

تسکینِ رسالت کو ملبوسِ امامت میں
اک نور ہے کعبے میں مہمانِ ابوطالبؑ

آیا ہے ہر اک منزلِ امدادِ رسالت کو
تصویرِ علیؑ بن کے ایمانِ ابوطالبؑ

چہرے پہ برادر کے نظریں ہیں محمدؐ کی
مصروفِ تلاوت ہے قرآنِ ابوطالبؑ

لایا ہے رسالت کو من کنت کے اعلاں تک
واللہ امامت کا عرفانِ ابوطالبؑ

جس گھر پہ کتاب اترے جس گھر میں وحی آئے
جبریل ہے اس در پہ دربانِ ابوطالبؑ

یہ بزمِ سخن اور یہ پرویںؔ کی سخن سنجی
حیدر کی عنایت ہے احسانِ ابوطالبؑ

منقبت

یہ قدرِ علم سپردِ قلم حقیقت ہے
یہ فیضِ فکر و نظر ہم قدم حقیقت ہے

کتابِ زیست کا اک حرفِ آخری ہے ابد
بقا و مرگ و وجود و عدم حقیقت ہے

مری نوشت میں لکھی ہے مدحِ آلِ نبی
مری سرشت میں شامل ہے غم حقیقت ہے

تھا کربلا کے لیے انتخابِ چشمِ علی
رُخِ وفا ترا جاہ و حشم حقیقت ہے

اصولِ دین کا محضر تھا صلحِ شبّرؑ میں
اور اس میں کرب و بلا تھی رقم حقیقت ہے

ہر عہد سازشِ اہلِ نفاق کے باوصف
ہر اک صدی نے منایا یہ غم حقیقت ہے

جناب شیخ اسے اتفاق کہتے رہیں
مگر شگافِ جدارِ حرم حقیقت ہے

یہ آئنے کہ جو عکسِ مزاجِ خالق ہیں
خدا نے کھائی ہے ان کی قسم حقیقت ہے

ہر ایک لمحۂ مشکل صدی میں ڈھل جائے
اگر نہ مجھ پہ ہو ان کا کرم حقیقت ہے

یہ کربلا کے سر انداز و سرفروش شہید
ہے ان سے سینۂ ایماں میں دَم حقیقت ہے

حضرت عباس علم دار

تقدیس کی چادر میں مری فکر رسا ہے
یہ مدحتِ عباس ہے قرآنِ وِلا ہے

ہر ایک شرف اس میں امامت کے سوا ہے
وہ دُر کے جو عصمت کی انگوٹھی میں جڑا ہے

معراج کے پردے میں تکلم جو ہوا ہے
لہجہ یہ بتاتا ہے کوئی رب کے سوا ہے

کنبے کی سپر زینب کبریٰ کی ردا ہے
یہ بازوئے شبیر پہ تعویذِ دعا ہے

اک شیر تھا عالم میں رسالت کا نگہدار
اک شیر امامت کا نگہدار بنا ہے

شانوں سے عیاں قوتِ جعفر کی جلالت
جامے میں شجاعت کے یہ حیدر کی دعا ہے

بخشا ہے علم فوج کا شبیرؑ نے اس کو
ہے فخر علم دار کو اور فخر بجا ہے

خیبر تھا علم دار رسالت کی گواہی
سقائی علم دارِ امامت کی ادا ہے

بڑھ جائے نہ اب جوش وغا حدِ وفا سے
سو قلب میں عباس کے اک حشر بپا ہے

میداں میں اذا زلزلت الارض بپا ہے
"کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے"

منقبت

نبی سے کرتے ہیں معراج میں خطاب علیؑ
نگاہِ قدس میں ٹھہرے ہیں انتخاب علیؑ

وہ پہلی منزلِ بلّغ وہ اعتمادِ رسول
کریں گے امرِ رسالت کو کامیاب علیؑ

حرم جبینِ امامت کے نور سے روشن
حریمِ قدس میں ہیں مثلِ آفتاب علیؑ

بچھا کے سوئے ہیں یوں بے خطر شبِ ہجرت
کھنکتی تیغوں کے مابین فرشِ خواب علیؑ

یہ اپنے وصف میں افضل ہے اور شرف میں فزوں
نہیں ہے آپ کے گھر کا کوئی جواب علیؑ

زمین و عرش تصرف میں ہیں بہ حکمِ خدا
ترابی سب ہیں نہیں کوئی بوتراب، علیؑ

کھلے گی شورشِ باطل کی فتنہ انگیزی
بروزِ حشر کریں گے جب احتساب علیؑ

کھلا کہ لہجۂ حیدر میں ہم کلام تھا رب
اٹھا جو پردۂ معراج سے نقاب، علیؑ

دعا ہے میری کہ سب مشکلاتِ دہر ہوں دُور
دعا کو کیجیے لِلّٰہ مستجاب علیؑ

عون و محمد

جعفر کے تجمل کا نشاں عون و محمدؑ
رکھتے ہیں عجب شوکت و شاں عون و محمدؑ

عباسؑ سی سج دھج ہے تو حیدر کے ہیں تیور
کفار پہ اک ضربِ گراں عون و محمدؑ

تسلیم امامت کی ہیں یہ منزلِ اوّل
تہذیبِ مودّت کا نشاں عون و محمدؑ

ہیں صاحبِ اعجاز ، دلِ معدنِ عصمت
اور صاحبِ اعجاز کی جاں عونؑ و محمدؑ

قرآنِ شہادت کی یہ آیات جلی ہیں
تکبیر کا ہیں سرِّ نہاں عونؑ و محمدؑ

مصروفِ دعا بارگہہ رب میں تھے شبیرؑ
جس دم سوئے مقتل تھے رواں عونؑ و محمدؑ

ہر لحظہ رہی تم پہ فدا حسرتِ مادر
اے تشنہ لباں خستہ تناں عونؑ و محمدؑ

منقبت

علی کا ذکر ہے میثم کی گفتگو شامل
سو ہم ہیں مدح کی محفل میں باوضو شامل

مری سرشت میں شامل ہے فکر آلِ نبیؐ
مرے شعور میں ہے کربلا کی خو شامل

کمالِ عظمتِ رب ہے جمال و حُسنِ حسنؑ
نبیؐ کی ان میں شباہت ہے مُو بہ مُو شامل

لکھا ہے زمرۂ توفیق میں حسینؑ کا غم
نہیں عقیدہ و ایماں میں ہاؤ ہو شامل

مری نگاہ کی منزل بہ حدِ کرب و بلا
تری طلب میں ہے دنیائے رنگ و بُو شامل

یہ کشتگاں نے رقم کی ہے لوحِ صحرا پر
حدیثِ غم میں شہیدوں کا ہے لہو شامل

قریب تر ہو ظہورِ امام کی منزل
مرے عریضے میں ہے میری آرزو شامل

پھر اس کی راہ میں کون و مکاں نہ ہوں حائل
کہ جس سفر میں رہے ذوقِ جستجو شامل

خدا خدائے نصیری کو کہہ تو دوں پروینؔ
خدا کے خوف سے کرتی نہیں غلو شامل

منقبت

چادرِ کعبہ نے کھولا جو ایک باب علی
سو لامکاں نے کیا تیرا انتخاب علی

کہیں خطیب سلونی کے باب میں یہ رسول
میں شہرِ علم ہوں اس شہر کا ہیں باب علی

یہی تو ہیں کہ جو ہیں علمِ لوح کے عالم
زمینِ عز و شرف پہ فلک مآب علی

کہے گی آیۂ اتممتُ نعمتی کی سند
سوالِ اجرِ رسالت کا ہیں جواب علیؑ

ہر اک محاذ پہ تبلیغِ دین حق میں شریک
قدم قدم ہیں رسالت کے ہمرکاب علیؑ

بتا رہا ہے یہ طفلی سے ہی ثباتِ قدم
شباب ہوگا ترا ، دین کا شباب علیؑ

تھا کون پردۂ معراج میں خدا کے سوا
سرِ حجاب نبیؐ تھے پسِ حجاب علیؑ

لبِ رسولؐ پہ کس کا تھا نام خیبر میں
دیا ہمیں لبِ تاریخ نے جواب علیؑ

رکھیں گے آبرو پروین میرے اشکوں کی
نہاں رکھیں گے مرا دفترِ حساب علیؑ

منقبت

پہلے یہ زباں زم زم و کوثر سے دھلی ہے
پھر فکرِ رسا مدحتِ حیدر میں ڈھلی ہے

پیغامبرِ ضبط ہے اور صبر کا معبود
ہمسر نہیں جس کا وہ حسین ابنِ علی ہے

ملتی ہی نہیں دہر میں اس کی کوئی تمثیل
سانچے میں مشیت کے جو تلوار ڈھلی ہے

جبریل سے کہہ دو رہیں شبیرؑ سے خبردار
ہے وار قیامت کا یہ تلوارِ علیؑ ہے

ہے دیں کی بناء مسجد کوفہ کا وہ سجدہ
اور سجدۂ شبیرؑ سے تکمیل ہوئی ہے

ہم مرتبہ عرشِ معلیٰ ہے وہ صحرا
جس خاک پہ اسلام کی تشکیل ہوئی ہے

اس حکم بِنا کارِ رسالت تھا ادھورا
میدان میں جس حکم کی تعمیل ہوئی ہے

اس شہرِ مدینہ سے رہِ کرب و بلا تک
یہ ہجرتِ احمدؐ کی ہی تکمیل ہوئی ہے

منقبت

نقش کر تحریر ان کے نام کی
ورنہ لوحِ زندگی کس کام کی

ہے وہی قصرِ خلافت کا مکیں
اہلِ دل نے جس کی بیعت عام کی

جہل کا سرمایہ ہے بغضِ علیؑ
اب بھی جاری ہے روایت شام کی

کی عبادت میں بسر قربت کی شب
ایک صورت یہ بھی ہے الہام کی

بخش کر اپنی محبت کے سخن
اس نے کل ہستی ہمارے نام کی

اور کیا ہے ہم فقیروں کی متاع
اور کیا خواہش دلِ خوش کام کی

ایک نعرہ مصطفیٰ کے نام کا
اک صدائے دل علی کے نام کی

جو غدیر خم میں احمد نے کہا
گونج ہے ہستی میں اس پیغام کی

"منقبت"

سرمایۂ خوشی جو دلِ ناصبور ہے
کعبے میں آج نورِ خدا کا ظہور ہے

پہلے پہل اسی کو ملا تھا پیامِ حق
دیں کے لیے وہ اب بھی متاعِ غرور ہے

برتر ہے ہر سقیفۂ دنیا سے اس کی ذات
اول ہے وہ کہ اس کی خلافت شعور ہے

اقوال مصطفیٰ کے حوالے گواہ ہیں
جو ہے علی پرست وہی باشعور ہے

راز آشنائے دین محمد ہے بالیقیں
تشریح لا الٰہ امامت کا نور ہے

معراج میں نبی کو علی کا گماں ہوا
گر وہ خدا نہیں تو خدا سا ضرور ہے

وہ فکر رائیگاں جسے حیدر نہیں نصیب
وہ دل نہیں جو اس کی تمنا سے دور ہے

کھلتے ہیں بے خودی میں سدا معرفت کے باب
کیا چیز یہ شراب ولا کا سُرور ہے

ہر جام، جام آئیہ قرآں ہے برملا
حب علی نہیں ہے شراب طہور ہے

رضواں یہ دیکھ دیکھ کے بھیجے گا خلد میں
عشق علی کا چہرے پہ کس کس کے نور ہے

منقبت

مٹے گروہِ جفاکار و مجمعِ باطل
قریب تر ہے ظہور امام کی منزل

پھر اس کی راہ میں یہ لامکاں نہ ہوں حائل
کہ جس سفر میں رہے ذوقِ جستجو شامل

فروشِ وقت بڑھاتا ہے حوصلہ دل کا
یہ انتظارِ مسلسل ہے زیست کا حاصل

مہیب رات سے ہوگی طلوع صبحِ ظہور
کہ منتظر ہے حرم کب سے نائبِ مرسل

شعور جس کا شعورِ محمدی کی مثال
شعار دین کے دستور میں رہا شامل

نگاہِ جلوہ طلب وقفِ انتظار ہوئی
یہ مصلحت ہے کہ پردہ ہے راہ میں حائل

خدا شناس، خبیرِ ازل، خبیرِ زماں
مرادِ چشمِ جہاں نقشِ اکمل و کامل

بلند جلد ہو صوتِ اذان کعبہ سے
کہ کج روی کی طرف کارواں ہوا مائل

میرے کشکولِ سخن میں ہے درِ علم کی خاک
ذرّے ذرّے میں ہیں پروین، خزانے کتنے

ایوانِ نعت

قطعہ

سر نامۂ کتابِ الٰہی مرا رسولؐ
یعنی صفاتِ رب کی گواہی مرا رسولؐ

احساس میں ہے واقفِ اسرار اس کی ذات
ادراک میں ہے لامتناہی مرا رسولؐ

☆

مری فکر رسا بھی باوضو ہے
محمدؐ مصطفیٰؐ کی گفتگو ہے
جو ہے سرشارِ صہبائے محمدؐ
وہ دل بیگانۂ جام و سبو ہے

نعت

ہو جائے زندگی دوام
لکھ دے خدا جو میرے نام

ان کی گلی کے روز و شب
ان کی گلی کے صبح و شام

دل ہے سراپا انکسار
روحِ طلب ہے شاد کام

اہلِ دل و نگاہ کو
میری طرف سے ہے پیام

لفظ ہی فکر کی بساط
لفظ ہی پیکرِ دوام

بھیجئے ہر نفس درود
کیجئے ہر قدم سلام

موجبِ بخشش و نجات
ذکرِ نبیؐ کا اہتمام

آپؐ سے التجا ہے یہ
اے شہِ آسماں مقام

بارشِ رنگ و نور ہو
پروئیں کے دل پہ صبح شام

نعت

خدا کی حمد نعتِ مصطفےٰ ہے
محمدؐ کی ثناء ذکرِ خدا ہے

محمدؐ حسن کی تصویرِ دلکش
محمدؐ شاہکارِ کبریا ہے

محمدؐ باعثِ تخلیقِ آدم
محمدؐ لفظِ کُن کی انتہا ہے

محمدؐ ہی ہے مسجودِ ملائک
محمدؐ قبلہ و قبلہ نما ہے

محمدؐ ہی ہے میر منزلِ حق
محمدؐ ہی یقیں کا راستہ ہے

محمدؐ ہے شبابِ فکرِ خالق
محمدؐ انتخابِ کبریا ہے

محمدؐ روحِ کُل انسانیت بھی
محمدؐ کُل صفاتِ انبیاء ہے

نعت

ذی شرف ذی وقار ہیں احمدؐ
رحمت کردگار ہیں احمدؐ

یہی مسجود ہیں ملائک کے
آدمی کا وقار ہیں احمدؐ

جس چمن میں خزاں نہیں آتی
اس چمن کی بہار ہیں احمدؐ

جس گہر کا صدف مدینہ ہے
وہ دُرِ آبدار ہیں احمدؐ

جن کی نعلین عرش پر پہنچی
ایسے عالی وقار ہیں احمدؐ

جس پہ نازاں ہے خود مصور بھی
وہ حسیں شاہکار ہیں احمدؐ

انبیاء کی صفاتِ اعلیٰ کے
ہیں تو بس ورثہ دار ہیں احمدؐ

منتظر ہے خدا شبِ معراج
حاصلِ انتظار ہیں احمدؐ

کم نگاہی ہماری ہے ورنہ
ہر جگہ آشکار ہیں احمدؐ

نعت

وہی نوعِ بشر کی آبرو ہے
کہ جس سے اعتبارِ رنگ و بو ہے

لکھا جس دن سے اس نے اسمِ احمدؐ
تو یہ نوکِ قلم بھی سرخرو ہے

جو سرشارِ مئے حبِ نبیؐ ہے
وہ دل بیگانۂ جام و سبو ہے

مرقع ہے وہ صناعِ ازل کا
مصور کے قلم کی آبرو ہے

بنا ہے وہ جہانِ رنگ و بو کی
کہ جس تجسیمِ کن سے رنگ و بو ہے

یہ محور ہے محیطِ بیکراں کا
یہ نقطہ دائرے کی جستجو ہے

مدینہ جا کے پھر واپس نہ آؤں
یہی پروینؔ میری آرزو ہے

نعت

وہ جن کے در پہ مہکتے ہیں آیتوں کے گلاب
انھیں کے نام ہیں میری سورتوں کے گلاب

کھلا رہا تھا وہ ارض و سماء کا پیغمبرؐ
عداوتوں کی زمیں پر محبتوں کے گلاب

اُٹھے جو دستِ طلب، کر کے آنسوؤں سے وضو
دعا کی سیج پہ اُترے عجب رُتوں کے گلاب

یہ معجزہ تھا زبانِ قرآنِ ناطق کا
کھِلے نہ اس کے مقابل فصاحتوں کے گلاب

وہ ایک اُمّی کہ جس پر کتاب اُتری ہے
اسی کی مدح ہیں قرآں کی آیتوں کے گلاب

اسی کے نطق نے عالم کو سرنگوں رکھا
کہ جس کے لہجے میں مہکے بلاغتوں کے گلاب

زبانِ اشک سے رودادِ غم سناؤں انھیں
یقیں کی رحل پہ رکھ کر عقیدتوں کے گلاب

کھِلے ہیں شہرِ مدینہ سے تا بہ غارِ حرا
مرے رسولؐ کی سانسوں کی نکہتوں کے گلاب

یہ بارگاہِ رسالت مآبؐ ہے پروینؔ
قدم قدم پہ مہکتے ہیں رحمتوں کے گلاب

نعت

سرورِ قلب متاعِ نظر مدینہ ہے
ہمارے کعبۂ ایماں کا در مدینہ ہے

بلند فہم و تخیّل سے ہے مقام اُس کا
صدف ہے عرشِ معلیٰ گہر مدینہ ہے

اسی زمیں کو ہے رفعت کا ہر شرف حاصل
کہ شہرِ حکمت و علم و ہنر مدینہ ہے

سجودِ شوق میں جس جا جبینِ دہر ہے خم
وہ بارگاہ وہی سنگِ در مدینہ ہے

درود پڑھتے گزرتے ہیں خوش نوا طائر
کبوترانِ سبک پر کا گھر مدینہ ہے

وہ بام جس پہ کہ ساری بلندیاں ہیں نثار
بلندیوں کے اسی بام پر مدینہ ہے

مرا جنونِ محبت مری خرد کا سفر
رہِ مدینہ ہے بارِ دگر مدینہ ہے

قدم قدم یہاں ضوریز ہیں خذف ریزے
زر و جواہر و لعل و گہر مدینہ ہے

رہِ مدینہ پہ لے چل مجھے اے ذوقِ سفر
کہ میرا خضر ، مرا راہبر مدینہ ہے

نعت

اے زہے تقدیر وجہِ کُن فکاں کا راستہ
یہ ہے انسان و خدا کے درمیاں کا راستہ

وہ امینِ کُن فکاں وجہِ بنائے شش جہات
جانتا ہے ہر زمیں ہر آسماں کا راستہ

تھا تحیر میں بہ رنگِ آئینہ عالم تمام
یوں کیا طے مصطفےٰ نے لامکاں کا راستہ

نیّرِ برجِ ہدایت ، آفتابِ مُرسلاں
آپ کا نقشِ قدم ہے کہکشاں کا راستہ

لائے ہیں روح الامیں یہ پردۂ شب میں پیام
چشمِ خالق تک رہی ہے راز داں کا راستہ

آ کے یہ مژدہ سنایا صاحبِ معراج نے
کھل گیا نوعِ بشر پر آسماں کا راستہ

گرد وہموں کی جمی تھی شیشۂ اذہان پر
دیکھتی تھی آنکھ اک ابرِ رواں کا راستہ

آپؐ آئے تو ہوئی انسانیت منزل شناس
کارواں تکتا تھا میر کارواں کا راستہ

روز آتے ہیں ملائک صف بہ صف افلاک سے
ہے مدینہ سجدہ گاہِ قدسیاں کا راستہ

ضوفشاں ہے خیمۂ ایماں میں شمعِ یقیں
مجھ سے تو پرویں گریزاں ہے گماں کا راستہ

نعت

مرا ممدوح ، ممدوحِ خدا ہے
لبوں پہ ہر نفس صلِ علیٰ ہے

حریمِ لامکاں تک آ گئی ہوں
یہ رستہ بھی اسی در سے ملا ہے

ضیائے عالمِ امکاں محمدؐ
چراغِ محفلِ کُل انبیاء ہے

جمالِ تاج دارِ دو جہاں پر
بشر تو کیا مشیت خود فدا ہے

حدِ جبریل تھی پابندِ سدرا
بشر قوسین کی حد تک گیا ہے

جسے حاصل محمدؐ کی غلامی
کوئی جاگیر وہ کب مانگتا ہے

نہ کیوں پروینؔ سانسیں باوضو ہوں
کہ یہ ذکرِ حبیبِ کبریا ہے

نعت

وہی خوش نظر، خوش جبیں، خوش ادا ہے
کہ جو خاص محبوبِ رب العلیٰ ہے

اگر دیکھنا چاہیں رحمت مجسم
رُخ مصطفےٰ ہے رُخِ مصطفےٰ ہے

قسم ابتدا کی قسم انتہا کی
وہی ابتداء ہے وہی انتہا ہے

مدینہ مری آرزوؤں کی منزل
مرے ہر نفس میں مدینہ بسا ہے

حرا اور حرم سے حریمِ نبیؐ تک
بہشتِ بریں کا حسیں سلسلہ ہے

اُفق تا اُفق کہکشاں ہے جو روشن
یہ نقشِ قدومِ حبیبِ خدا ہے

جو فرطِ ندامت سے مژگاں تک آئے
وہ آنسو نہیں ہے دُرِ بے بہا ہے

بلایا ہے عرشِ علیٰ پر خدا نے
یہ اوجِ بشر کی حدِ انتہا ہے

جو شاہِ عرب اور فخرِ عجم ہو
تصرف میں اس کے بس اک بوریا ہے

نعت

لکھی ہے دوری اگر بخت میں، مدینے سے
حضور موت ہی اچھی ہے ایسے جینے سے

درود نامِ محمدؐ پہ ہر نفس پڑھیے
سلام بھیجئے سرکارؐ پہ قرینے سے

مریضِ عشقِ محمدؐ کو تب شفا ہوگی
مسیحِ عصر جب آجائیں گے مدینے سے

نہ جانے آپ کب آئیں گے ناخداؤ کو
صدائیں دیتا ہے پیہم کوئی سفینے سے

مدینہ نازشِ افلاک ہے خدا کی قسم
کہ مہر و ماہ بھی روشن ہیں اس نگینے سے

یہ کس بہارِ مقدس کی آمد آمد ہے
ترنگ پھوٹ رہی ہے گلوں کے سینے میں

نہ مجھ کو خوفِ جہنم نہ فکرِ عقبیٰ ہے
رکھا ہے ربط مرے قلب نے مدینے سے

مری طلب سے سوا آج تک ملی مجھ کو
فلاح رُشد و ہدایت کے اس خزینے سے

نعت

جامہ ہائے خوشبو میں
روشنی صفت جذبات

حرف حرف میں پنہاں
آگہی کے احساسات

وجد میں ہے جذبِ شوق
فکر کر رہی ہے بات

شہرِ علم و فضل و فہم
ہے مرے نبیؐ کی ذات

زادِ راہِ ہستی ہے
منقبت ، سلام و نعت

نعت

کرم کی ڈال دیں مجھ پر جو اک نظر آقاؐ
شبِ حیات کی ہو جائے گی سحر آقاؐ

قیام کو ہو ملائک کی سجدہ گاہ نصیب
خرام کو ہو مدینے کی رہگزر آقاؐ

خدا نہیں ہیں پہ مختار ہیں خدائی کے
زمیں کے فرش پہ ہے عرش کی خبر آقاؐ

کروں حریم ادب میں نمازِ عشق ادا
مری جبیں کو میسر ہو سنگِ در آقاؐ

خدا کرے سر طیبہ کمال عشق کھلے
مرے جنوں کی تو ہے آپ کو خبر آقاؐ

یہ اسم پاک ہو میرے لبوں کا سرمایہ
ہو وقفِ روضۂ اطہر مری نظر آقاؐ

نگاہ آپ کی سوئے فلک اٹھی جس دم
وہ معجزہ ہوا شق ہو گیا قمر آقاؐ

زمانہ آپ کی تمثیل لا نہیں سکتا
بزرگ بعدِ خدا قصہ مختصر آقاؐ

نعت

وہ تھا عالم کے جزیرے میں سمندر جیسا
دہر میں کوئی نہیں میرے پیمبرؐ جیسا

جس کی چوکھٹ کا نگہبان ہو جبریلِ امیں
اللہ اللہ کوئی گھر نہیں اُس گھر جیسا

کیا انھیں خضر کی حاجت کہ جنھیں مل جائے
ہادی و راہنما شافعِ محشر جیسا

میں نے کب مانگا ہے دنیا کا خزانہ یعنی
میں نے تو مانگا ہے بس فقرِ ابوذر جیسا

سیر کرتے ہیں مدینے کی فضاؤں میں ملک
باغِ جنت بھی نہیں شہرِ پیمبرؐ جیسا

آپ کے سایۂ داماں میں جو آجاتے ہیں
کیا انھیں خوف جو میدان ہو محشر جیسا

مدحِ ممدوحِ خدا کیسے رقم ہو پروینؔ
جب قلم ہی نہ ہو جبریل کے شہپر جیسا

نعت

تاجدارِ انبیاء خیرُ البشر ، خیر الوریٰ
فخرِ عالم ، کانِ رحمت ، معدنِ جود و سخا

حاملِ جملہ صفاتِ اتقیاء و انبیاء
حاصلِ فکرِ مصور ، انتخاب، کبریا

وجہ تکوینِ دو عالم بزمِ عالم کی ضیاء
کہکشاں و انجم و مہتاب جن کے نقشِ پا

جس کا پیکر دہر پر لاریب ہے سایۂ فگن
وہ مجسم نور ہے سائے کی زد سے ماورا

ابتلاء و درد کا درماں ، علاجِ زخمِ جاں
ہر غم و اندوہ کی بس آپ ہیں شافی دوا

سرِّ آغازِ دو عالم ، اوّلیں حرفِ ازل
صاحبِ کُن جلوہ تا آشنا کے آشنا

چارہ سازِ بے کساں و خُلق کے حاجت روا
رحمتِ حق ، مونسِ غم ، خاصِ محبوبِ خدا

سر پہ ہے پروینؔ میرے حُسن رحمت کی گھٹا
مرحبا صد مرحبا صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

نعت

آپ کی مدحت نے ہر دل کو منور کر دیا
تاجدارِ انبیاء صلِ علیٰ صلِ علیٰ

دل کی دھڑکن روح کی آزادیوں کا شکریہ
ہم کو جو کچھ بھی ملا چشمِ عنایت سے ملا

زندگی میں جو بھی تنہا ہے اسے معلوم ہے
پاسبانِ دل نہیں کوئی سوائے مصطفیٰ

دشتِ ہستی کی تمازت میں غموں کی دھوپ میں
ہے وہی سایہ فگن از ابتداء تا انتہا

جس سے ملتا ہے عقیدوں کو محبت کا شعور
جس کا دیں کچھ بھی نہیں پیغامِ الفت کے سوا

جس کے درسِ خلق نے نرمی دلوں کو بخش کر
کر دیا ہے ہم کو ساری نفرتوں سے ماورا

نوعِ انساں کو کیا جس نے جہاں میں کامگار
عشق کے پیغام سے ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیا

ہم کہاں تھے اس سے پہلے زندگی سے ہم کنار
ان کی الفت سے ملا ہے آرزو کا حوصلہ

ناز ہے پروینؔ اس نورِ مجسم پر ہمیں
دیا جس نے بشر کو آگہی سے آشنا

نعت

سرنامۂ کتابِ الٰہی مِرا رسولؐ
یعنی صفاتِ رب کی گواہی مِرا رسولؐ

احساس میں ہے واقفِ اسرار اس کی ذات
ادراک میں ہے لامتناہی مِرا رسولؐ

یہ نورِ اوّلیں کہ جو ختمی رُسل بھی ہے
اعلانِ امرِ حق کی گواہی مِرا رسولؐ

مسندِ نشینِ عرش شہنشاہِ انبیاء
کرتا ہے کائنات پہ شاہی مِرا رسولؐ

جس سے کُھلے ہیں دہر میں ابواب ہست و بود
تدوینِ نظمِ حُسن الٰہی مِرا رسولؐ

اس کے بغیر امرِ مشیت کے خبر
کُل رازدانِ امر و نواہی مِرا رسولؐ

روشن ہیں اس پہ منزلیں کُل کائنات کی
سب منزلوں کا مالک و راہی مِرا رسولؐ

گرچہ خدا نہیں ہے پہ کارِ خدائی میں
والا صفاتِ حشمت و جاہی مِرا رسولؐ

پروئیں زبانِ نعت میں محبوبِ حق ہے وہ
دوہے میں سارے جگ کا ہے ماہی مِرا رسولؐ

نعت

اسی دیار اسی سنگ در سے ملتے ہیں
تمام راستے اس کی نظر سے ملتے ہیں

اسی کی ذات ہے جو سائباں ہوئی سب پر
اس کے عشق کے رشتے ہنر سے ملتے ہیں

ہر ایک راستہ جاتا ہے اس کے گھر کی طرف
تمام رنگِ سفر اس کے گھر سے ملتے ہیں

شکست گرچہ مقدر ہے آدمی کا مگر
جو اس کے ہوتے ہیں فتح و ظفر سے ملتے ہیں

بجھے دلوں کو نئے ولولے نئے موسم
اسی کے عشق اسی کے اثر سے ملتے ہیں

پھر اس کے بعد کہاں ان کو نارسائی کا دکھ
جو ایک بار ترے بام و در سے ملتے ہیں

پکارتی ہے چمن کی ہر ایک راہ گزر
ثمر نجات کے سب اس شجر سے ملتے ہیں

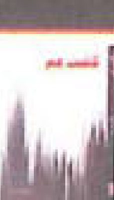
اسی کا عشق ہے پرویںؔ کہ راہ ہستی میں
کبھی دعا سے کبھی ہم اثر سے ملتے ہیں



مشعلِ راہِ عمل جن کا ہر اک نقشِ قدم
خوش نشاں جن کے لیے ہوئے دونوں عالم
جن کی گفتار کی ہیبت سے گرے قصرِ ستم
جن کے کردار کی شوکت سے بڑھی شانِ حرم
بت جو شاہی نے تراشا تھا اسے توڑ دیا
عزمِ شبیرؑ نے تاریخ کا رخ موڑ دیا

Rang-e-Adab Publications

Office # 5 - Kitab Market, Urdu Bazar, Karachi.
0345-2610434 | 0336-2085325
021-32761100 | 0300-2054154
rangeadab@yahoo.com | /rae_a_ib



Rs: 400/-